Presented by: https://jafrilibrary.com/

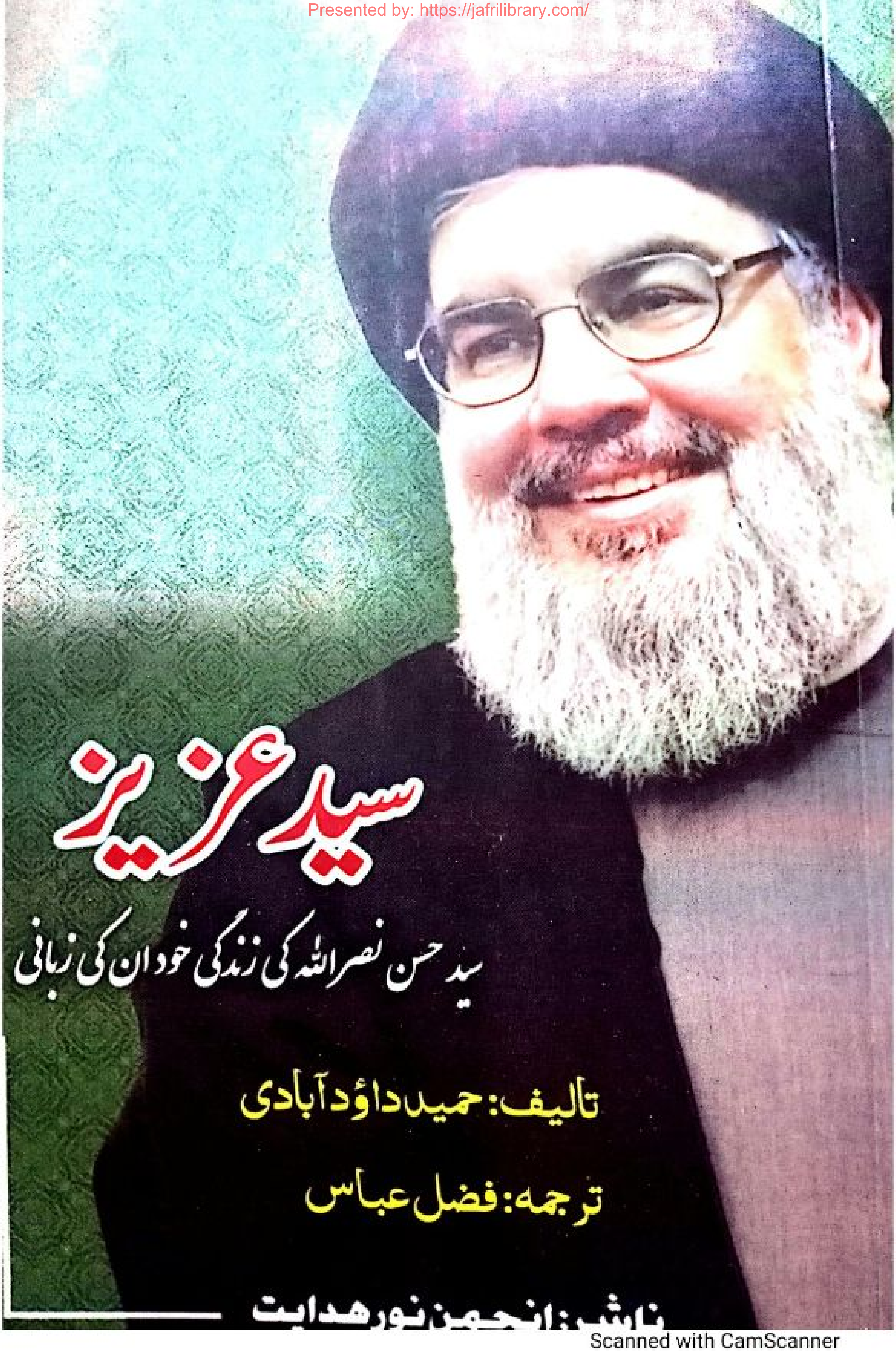

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

سید عزیز

سید حسن نصر اللہ کی زندگی خود اُن کی زبانی

ترجمہ: فضل عباس

تالیف: حمید داؤد آبادی

ناشر

انجمن نورِ ہدایت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

انتساب

ہر محاذ پر استعمار کے سامنے ڈٹ جانے

والے مجاہدین اور شہدا کے نام

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

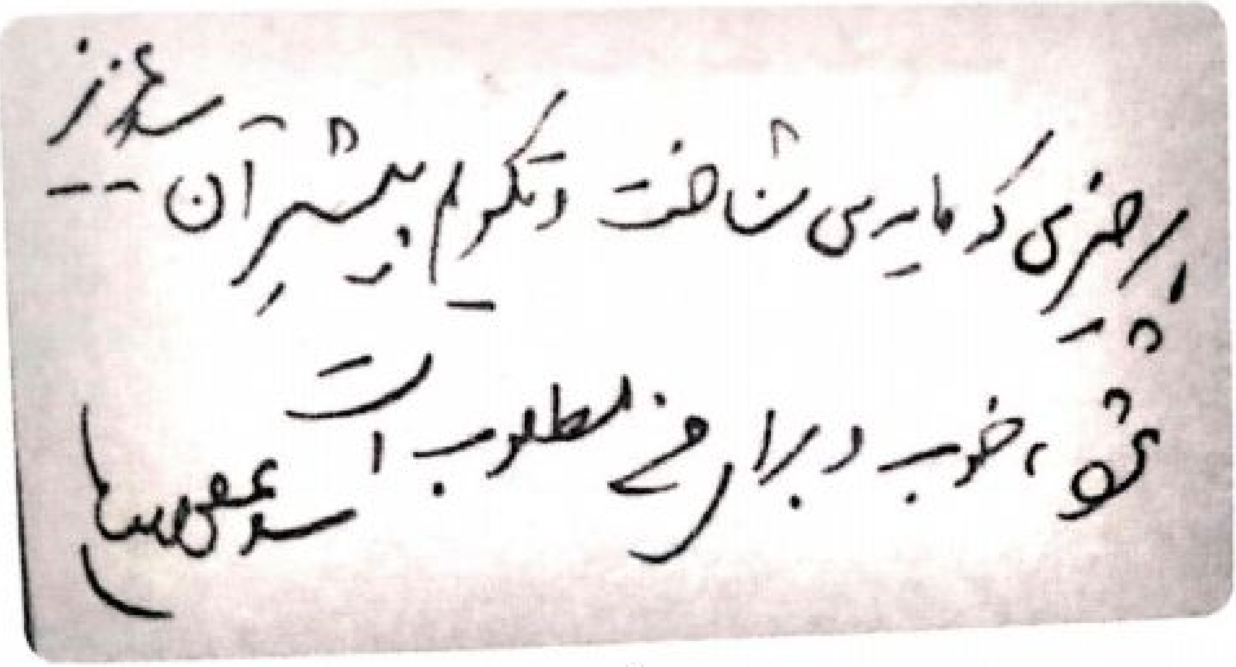

ہر وہ چیز جو سید عزیز (سید حسن نصر اللہ) کی شناخت اور ان کے عزت واحترام میں اضافے کا باعث بنے وہ میرے لئے پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظ اللہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہا جاتا ہے کہ کتاب بہترین دوست اور تنہائی کا بہترین ساتھی ہے۔ ماضی کی طرح اب بھی باشعور طبقے میں کتب بینی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کا آغاز ہی "اقراء" سے ہوا ہے۔ جس مکتب کا بنیادی مانند ہی کتاب خدا ہو وہ کتب بینی سے کیسے دور رہ سکتا ہے۔ بدقسمتی سے عصر حاضر میں سوشل میڈیا بالخصوص انٹرنیٹ اور موبائل نے نئی نسل کے ساتھ ساتھ ہماری نسل کو بھی کتاب سے دور کر دیا ہے۔ اب کتاب کے مطالعہ کے لیے بھی لیپ ٹاپ یا موبائل کی اسکرین کا سہارا لینا پڑتا ہے جس کا نتیجہ مختصر نویسی اور مختصر بینی کی صورت میں برآمد ہو رہا ہے۔ اس مختصر نویسی اور شارٹ کٹ مطالعہ کے مستقبل میں کیا منفی اثرات مرتب ہوں گے اس کے بارے سوچ کر ہی خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔

حزب اللہ لبنان کے سربراہ حجۃ الاسلام سید حسن نصر اللہ کے بارے میں کتاب ھذا کے مطالعہ کے بعد یہ احساس زندہ ہو گیا ہے کہ بزرگ کس لیے مطالعہ کتب پر زور دیتے تھے۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام سید حسن نصر اللہ جیسی ہر دلعزیز شخصیت کی مختصر، جامع اور معلومات سے مزین، منفرد آپ بیتی ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس کتاب کا قاری پہلی نشست میں اس کتاب کو ختم نہ کر سکا تو جب تک اس کتاب کا مکمل مطالعہ نہیں کرے گا وہ بے تاب اور بے چین رہے گا۔ لبنان، مقاومت اور حزب اللہ سے منسلک افراد اور اسرائیل کے خلاف سرگرم سیاستدانوں، مجاہدین اور شہداء کے بارے جامع معلومات نے اس کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ میں اس کتاب کو اسلامی مقاومت و مزاحمت کے بارے میں اردو میں موجود کتابوں میں خوبصورت اضافہ سمجھتا ہوں اور ایک زاویہ سے سید مقاومت حسن نصر اللہ سے بالمشافہ ملاقات کے مترادف قرار دیتا ہوں۔ اسلامی استقامت و مزاحمت و مقاومت سے معمولی دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ تنظیمی واجبات میں سے ہے۔

مترجم محترم نے بھی ترجمہ کا حق ادا کیا ہے۔ خداوند متعال اس کتاب کے شائع کرنے والے برادران کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

ڈاکٹر راشد عباس نقوی

(معروف تجزیہ نگار)

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بسم رب شہداء

حزب اللہ کے اس مقام تک پہنچنے میں ایک ایک مجاہد کا خلوص و ایثار اور قربانی شامل ہے لیکن اس میں مرکزی کردار حجت السلام سید حسن نصر اللہ کا ہے ان کی مثال تسبیح کے دھاگے کی مانند ہے جو اپنے تمام دانوں کو بکھرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ سید المقاومت تشیع کے افتخار کا نام ہے سید ملت کے سر کا تاج ہے ان کی جادوئی شخصیت نے دنیا بھر کے جوانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے ان کی شخصیت میں موجود مقاومت اور اسلام اور مظلومین جہاں کے سب سے قوی دشمن اسرائیل کے خلاف انکا قیام ان کی اقوام عالم میں ان کی پہچان ہے۔ امت مسلمہ ایسے سپوت پر فخر کرتی ہے جس نے یہودیوں کو ایک بار پھر خیبر کی یاد دلادی نیل اور فرات کا خواب دیکھنے والے صیہونی فوجی اپنے اردگرد دیواریں بنا رہے ہیں۔ سید حسن نصر اللہ کی بصیرت بے مثال ہے وہ اتنا بڑا مقام رکھنے کے باوجود خود کو رہبر معظم کا ایک معمولی سپاہی سمجھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ معاصر میں ان جیسا کوئی شجاع فرد نظر نہیں آتا تاریخ اس واقعہ کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکے گی کہ جب ایک پروگرام میں سید ھادی نصر اللہ کا جنازہ لایا جانا تھا اور سید مقامات نے گفتگو کرنا تھی گرمی کی شدت تھی سید مقاومت کی گفتگو کے چند منٹ بعد پسینہ آیا اور عینک کے شیشے بھی دھندلے ہو گئے سید نے ٹشو پیپر کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ پسینہ صاف کر سکیں لیکن فوراً ہاتھ روک لیا کہ دشمن یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بیٹے کے غم میں رو رہا ہوں اور ٹشو سے آنسو صاف کر رہا ہوں خطاب جاری رکھا سید کی زندگی ہم سب بالخصوص قیادتوں کے لئے مشعل راہ ہے اس قدر کرشماتی شخصیت کے باوجود انہوں نے لوگوں کو اپنے گرد جمع نہیں کیا، لوگوں کو نصر لائی کی بجائے کربلائی بنایا ہے اور انکا مرکز و محور شمع ولایت ہے۔ سید حسن نصر اللہ مخلص قیادت کی اعلیٰ ترین مثال ہیں قیادتوں کو چاہیے کہ سید کی شجاعت، بصیرت، صبر فداکاری، جانثاری اور قربانیوں سے الہام لیں اور ظلم و جبر کی چکی میں پسنے والی امت مسلمہ کو سرخرو کریں۔

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ واقعات اور حزب اللہ کے نشیب و فراز کسی تیسرے فرد کی زبان سے نہیں بلکہ خود اس شخص کی زبانی ہیں جس نے خود ان مشکلات کو جھیلا اور شدید بحرانی حالات کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

تمام نظریاتی جوانوں کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

مرکزی صدر آئی ایس او پاکستان

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بسم رب شھداء

حزب اللہ کے اس مقام تک پہنچنے میں ایک ایک مجاہد کا خلوص وایثار اور قربانی شامل ہے لیکن اس میں مرکزی کردار حجت السلام سید حسن نصر اللہ کا ہے ان کی مثال تسبیح کے دھاگے کی مانند ہے جو اپنے تمام دانوں کو بکھرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔سید المقاومت تشیع کے افتخار کا نام ہے سید ملت کے سر کا تاج ہے ان کی جادوئی شخصیت نے دنیا بھر کے جوانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے ان کی شخصیت میں موجود مقاومت اور اسلام اور مظلومین جہاں کے سب سے قوی دشمن اسرائیل کے خلاف انکا قیام ان کی اقوام عالم میں ان کی پہچان ہے۔امت مسلمہ ایسے سپوت پر فخر کرتی ہے جس نے یہودیوں کو ایک بار پھر خیبر کی یاد دلادی نیل اور فرات کا خواب دیکھنے والے صیہونی فوجی اپنے اردگرد دیواریں بنارہے ہیں۔سید حسن نصر اللہ کی بصیرت بے مثال ہے وہ اتنا بڑا مقام رکھنے کے باوجود خود کو رہبر معظم کا ایک معمولی سپاہی سمجھتے ہیں۔ہمیں تاریخ معاصر میں ان جیسا کوئی شجاع فرد نظر نہیں آتا تاریخ اس واقعہ کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکے گی کہ جب ایک پروگرام میں سید ھادی نصر اللہ کا جنازہ لایا جانا تھا اور سید مقامات نے گفتگو کرنا تھی گرمی کی شدت تھی سید مقاومت کی گفتگو کے چند منٹ بعد پسینہ آیا اور عینک کے شیشے بھی دھندلے ہوگئے سید نے ٹشو پیپر کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ پسینہ صاف کرسکیں لیکن فوراً ہاتھ روک لیا کہ دشمن یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بیٹے کے غم میں رو رہا ہوں اور ٹشو سے آنسو صاف کررہا ہوں خطاب جاری رکھا سید کی زندگی ہم سب بالخصوص قیادتوں کے لئے مشعل راہ ہے اس قدر کرشماتی شخصیت کے باوجود انہوں نے لوگوں کو اپنے گرد جمع نہیں کیا،لوگوں کو نصرلائی کی بجائے کربلائی بنایا ہے اور انکا مرکز ومحور شمع ولایت ہے۔سید حسن نصر اللہ مخلص قیادت کی اعلیٰ ترین مثال ہیں قیادتوں کو چاہیے کہ سید کی شجاعت، بصیرت، صبر فداکاری، جانثاری اور قربانیوں سے الہام لیں اور ظلم وجبر کی چکی میں پسنے والی امت مسلمہ کو سرخرو کریں۔

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ واقعات اور حزب اللہ کے نشیب وفراز کسی تیسرے فرد کی زبان سے نہیں بلکہ خود اس شخص کی زبانی ہیں جس نے خود ان مشکلات کو جھیلا اور شدید بحرانی حالات کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

تمام نظریاتی جوانوں کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

مرکزی صدر آئی ایس او پاکستان

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

فہرست عناوین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تعارف	14
2	سیاسی فعالیت کا آغاز	16
3	ہم اور خانہ جنگی	16
4	علمی لگاؤ	17
5	پہلی تقریر	19
6	طالب علم بننے کا شوق	20
7	نجف کا سفر	21
8	علماء کا لباس	23
9	شہریہ	25
10	لبنان واپسی	26
11	بعلبک میں دینی مدرسہ کی بنیاد	28
12	مطالعات	29
13	شادی	30
14	اولاد	31
15	ایران میں گرفتاری	31
16	سیاسی فعالیت	32
17	قم کا سفر	33

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

18	لبنان میں سپاہ کی آمد	33
19	بیروت واپسی	34
20	دوبارہ قم کا سفر	34
21	لبنان واپسی	35
22	میرے بھائی حسین	35
23	ذمہ داری	36
24	حزب اللہ کا سیکرٹری جنرل	36
25	میدانِ جنگ	38
26	بارود بھری گاڑی	38
27	امام خمینی سے آشنائی	39
28	امام خمینیؒ ہمارے رہبر	40
29	رہبر معظم کے ساتھ ملاقات	43
30	امام خمینیؒ کی وفات	44
31	لبنان پر اسرائیل کا حملہ	45
32	حزبِ امل سے جدائی	45
33	سپاہ کی آمد	47
34	حزب اللہ کی تشکیل	47
35	پہلی شوریٰ	49
36	پانچویں شوریٰ (شیخ صبحی کی جدائی)	51
37	ساتویں شوریٰ	53

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

38	شہید عباس موسوی	53
39	شہید راغب حرب	55
40	حزب اللہ اور علامہ فضل اللہ	56
41	شہید کا باپ	57
42	فدائی کاروائیاں	59
43	ابوزینب کی کاروائی	61
44	مدرسہ الشجرہ	61
45	عملیات شہید الحیؒ	62
46	شہید صلاح غندور	62
47	دوسری فدائی کاروائیاں	63
48	بلال اخرس اور حسین انیس	64
49	دوسری پارٹیوں کی کاروائیاں	64
50	فدائی مجاہدین کا انتخاب	66
51	شہادت کے لئے خطوط	70
52	شہادت کی حسرت	74
53	ضمیمہ جات	76

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اگر ہم سید حسن نصر اللہ اور حزب اللہ کی کامیابی کا راز سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں مشاہدے کے ان تین زاویوں پر غور کرنا چاہیے۔

پہلا زاویہ: انہیں خدا اور اس کی مدد پر محکم یقین ہے۔ جب حزب اللہ ابتداء میں زیادہ منظم نہیں تھی اور یہ گروہ چند مومن جوانوں پر مشتمل تھا تو اس وقت بھی انہیں خدا کی مدد پر یقین تھا اور وہ صیہونیوں سے لبنان کو آزاد کروانے میں پختہ ارادوں کے مالک تھے۔ اس زمانے کے بڑے سیاستدان اور بڑے عرب شیوخ کہتے تھے کہ یہ جوان دیوانے ہیں اور حقیقت کو نہیں دیکھ رہے تو ان کے جواب میں سید حسن نصر اللہ اور حزب اللہ کا یہی جواب ہوتا تھا کہ جیسے ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں اسی طرح ہم خدا کی مدد کو بھی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سید حسن اور ان کی حزب کو خدا کے اس وعدے پر محکم یقین ہے کہ

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

دوسرا زاویہ: سید حسن نصر اللہ کی قیادت، مقاومت کے جوانوں کے لئے آئیڈیل اور نمونہ ہے۔ وہ جنرل سیکرٹری بننے سے پہلے جوانوں کے درمیان ایک مبارز کی حیثیت سے تھے لیکن جب قیادت سنبھالی تو سب کے لئے ایثار و قربانی کا نمونہ بن گئے۔ ۱۹۹۷ میں جب ان کے بڑے بیٹے سید ہادی نصر اللہ کی شہادت ہوئی تو انہوں نے سیاستدانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس لحاظ سے سید کی شخصیت بے نظیر ہے۔ وہ سید ہادی کو مقاومت کے دفتری کاموں میں مشغول رکھ سکتے تھے کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اور وہ مقاومت میں بھی رہیں لیکن انہوں نے سید ہادی کو جہاد کی اجازت دے رکھی تھی۔ سید ہادی نے صیہونیت کے خلاف فلسطینی سرحد پر شہادت کا جام نوش کیا اور ان کا جسد خاکی تقریباً ایک سال تک صیہونیوں کے قبضہ میں تھا اور پھر تبادلہ کی صورت میں متعدد شہداء اور قیدیوں کے ساتھ جسد خاکی واپس لایا گیا۔ سید مقاومت کے اندر ایک رہبر کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔

تیسرا زاویہ: سید مقاومت نے اپنی تمام تر ترجیحات کو معین کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ اس بات کو ثابت کیا کہ گولی کا اصل ہدف وہ لبنانی نہیں جو ممکن ہے شعوری اور لاشعوری طور پر صیہونیت کے آلہ کار بنے بلکہ اصل ہدف صیہونی ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

عرض مترجم

جنوبی لبنان اور جبلِ عامل شروع سے ہی تشیع کا مضبوط مرکز رہا ہے اور طول تاریخ میں صرف شیعہ ہونے کے جرم میں ظلم و بربریت کا شکار رہے ہیں اور یہاں پر تشیع حضرت ابوذر غفاری کے توسط سے پہلی بنی امیہ اور بنوعباس نے جنوبی لبنان کے شیعوں پر ہر قسم کے ظلم روا رکھے ہوئے یہاں تک کہ ان کو دیوار میں چنوا دیا گیا اب بھی جنوبی لبنان کی آبادیاں پہاڑوں اور بلند مقامات پہ ہیں تا کہ دشمن کے حملوں سے خود کو محفوظ رکھ سکیں جنوب لبنان سے ہی شہیدِ اوّل اور شہیدِ ثانی جیسی شخصیات نے جنم لیا۔ بنوامیہ اور بنوعباس کے بعد سلطنت عثمانیہ نے بھی اسی طرح ظلم وستم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی سلطنت عثمانیہ کے ایک ترک کمانڈر احمد پاشا جزار نے ایک ہفتہ کے لیے شیعوں کے قتل عام کی اجازت دی اور وہاں سے شیعہ علماء کی کتابوں کو اس کے اس کے دارالحکومت "عکا" میں لے گیا جہاں پر ایک ہفتہ اس شہر کے حمام اور تندور انہیں کتابوں سے جلتے رہے۔ شاید آپ کے لئے تعجب کی بات ہو کہ صلاح الدین ایوبی جسے مسلم دنیا میں ایک ہیرو کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کے لشکر میں اکثر مجاہدین جنگ لبنان کے شیعہ تھے۔ جنگ عظیم اوّل میں حکومت عثمانیہ کو جنگ میں جھونکنے کے لئے ایندھن کی ضرورت تھی اور ترک عوام اس جنگ کا حصہ بننے سے مکمل طور پر انکاری تھی۔ عثمانی حکومت نے زبردستی شیعہ جوانوں کو بھرتی کرنا شروع کر دیا جب وہاں کے شیعوں نے اعتراض کیا تو عثمانی حکومت نے فیصلہ کیا کہ جو جوان جنگ پہ نہیں جانا چاہتا وہ حکومت کو 75 دینار ادا کریں اس وقت غریبوں کے لئے 75 دینار بہت بڑی رقم تھی غریبوں نے اپنی زمینیں فروخت کیں اور کسی طریقے سے اپنے جرمانے ادا کیے۔ جب استعمار مشرقِ وسطیٰ میں آیا اور ممالک کو تقسیم کیا تو لبنان فرانس کے چنگل میں آ گیا۔ شیعہ اس دور میں بھی اپنے حقوق

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

سے مکمل محروم تھے ان عیسائیوں اور اہل سنت کے بعد تیسرے درجے کی شرعی حیثیت حاصل تھی لبنان میں تین بڑے گروہ رہتے تھے جن میں شیعہ سنی اور مسیحی ہیں لیکن جب فرانس نے اختیارات کو تقسیم کیا تو پانچ عیسائیوں 3 سنیوں اور دو حصے شیعوں کے لئے مختص کئے لبنان کی فوجی سیاست اور اقتصادی طاقت کو عیسائیوں کے سپرد کیا قانون کے مطابق لبنان کا صدر فوجی سربراہ اور اور مرکزی سربراہ صرف مسلہ بن سکتا تھا۔ لبنان کے اندر سب سے زیادہ تعداد شیعہ سنی اور پھر سب سے کم عیسائیوں کی تھی لیکن جب اختیارات کو تقسیم کیا جانا تھا تو سب سے کم اختیارات شیعوں کو دیے گئے مثال کے طور پر اگر پارلیمنٹ کے سو رکن ہوں تو 50 رکن مسیحی، 30 سنی اور بیس شیعہ ہونے چاہیے۔ یونیورسٹی کے اندر بھی شیعہ طالبعلموں کی صلاحیت اور استعداد کو مدنظر نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ ہر جگہ صرف 5، 3 اور 2 کے قانون کو مدِنظر رکھا جاتا تھا لیکن پھر امام موسیٰ صدر نے اپنی فعالیت شروع کی تو دشمن کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے حزبِ امل کو تشکیل دیا جس سے حزب اللہ نے جنم لیا اور اس شجرہ طیبہ کی شہید عباس موسوی، شہید ہادی نصر اللہ، شہید صلاح غندور، شہید عماد مغنیہ اور شہید بدر الدین جیسے افراد نے اپنے خون سے آبیاری کی اور آج یہ تناور درخت بن چکا ہے۔ جب صیہونی درندوں نے مشرق وسطی میں مظلوم عوام پر حملے شروع کئے اور بالمقابل عوام کی مقاومت کو دہشتگردی کا نام دیا اور ان کے دینی مقدسات کو پامال کیا اور ان کی سرزمین پر ناجائز قبضہ جمایا تو اس وقت ایک ایسے انقلابی فکر رکھنے والے مردِ مجاہد کی ضرورت تھی جو صیہونیوں کے ناپاک عزائم کو مٹی میں ملا دے اور استعمار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے تو اس وقت مقاومت کی دھرتی پہ سید حسن نصر اللہ نے جنم لیا۔ جنہوں نے ''امام حسین علیہ السلام'' سے الہام لیا۔ انہوں نے عزت و کرامت کے ساتھ ذلت کے سامنے تسلیم نہ ہونے کی ایک نئی تاریخ رقم کردی جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

فضل عباس

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

عرض ناشر

انجمن نور ہدایت کا اساسی مقصد یہ ہے کہ انقلاب ، مقاومت ، شہدا اور عظیم شخصیات کے علمی ، عرفانی اور اخلاقی و معنوی پہلوؤں سے آشنا کروایا جائے جن کے فضائل و کمالات کو دشمنوں نے حسد اور عدوات کی بنا پر اور دوستوں نے خوف جان کی بنا پر چھپا کر صرف ان ہستیوں پر ظلم ہی نہیں کیا بلکہ بنی نوع انسان خصوصا مسلم اور شیعی معاشرے کو علم و عرفان اور انسانی اقدار کی دولت سے محروم رکھا ہے۔

انجمن نور ہدایت نے اپنے غرض تاسیس کے مطابق فیصلہ کیا ہے کہ مندرجہ بالا موضوعات پر کتب کی تالیف اور ترجمے کا کام انجام دیا جائے۔

تھنکرز اسلامک سوشیالوجیکل سوسائٹی اور تھنکر رائٹرز کلب کی معاونت سے اسی سلسلے کی پہلی کڑی ''سید عزیز'' کتاب ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں سید حسن نصر اللہ کی اپنی زبانی ان کی زندگی کے حالات و واقعات کا ذکر ہے جبکہ دوسرے حصے میں ضمیمہ جات اور سید حسن نصر اللہ کے بیٹے شہید سید ہادی نصر اللہ کا وصیت نامہ موجود ہے۔ ضمیمہ جات کے اندر ان باتوں کا ذکر گیا ہے جن کو سمجھنا بہت ضروری ہے مثال کے طور پر سید حسن نصر اللہ نے اپنی گفتگو میں 'حزب امل یا دوسرے بہت سارے امور' کا ذکر کیا ہے۔ اس حزب کی پہلے حصے میں وضاحت دینا ممکن نہ تھا اسی ان تمام وضاحتوں کو حصہ دوم میں شامل کیا گیا ہے۔

انجمن نور ہدایت زمانہ کے اقتضاء کے پیش نظر نشر علوم آل محمد کی غرض سے اس گرانقدر کتاب ''سید عزیز'' نظر ثانی کے بعد شائع کر رہا ہے اور تربیت اولاد ، مدیریت از رہبر معظم ، نامیرا ناول ، چہل حدیث از امام سجادؑ ، ازدواجی زندگی پبلش ہونے کے مراحل میں ہیں۔

امید ہے کہ بارگاہ خداوند متعال اور آئمہ معصومین میں یہ پیشکش حسن قبول کا درجہ حاصل کرے گی۔

انجمن نور ہدایت

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

تعارف:

میرا خاندان:

میں سید حسن نصر اللہ، والد کا نام سید عبد الکریم اور والدہ کا نام مہدیہ صفی الدین، 30 اکتوبر 1960 کو بیروت کے مشرقی حصہ کے ایک محلہ میں پیدا ہوا۔ بنیادی طور پر ہمارے خاندان کا تعلق لبنان کے جنوب میں واقع شہر صور کے ایک گاؤں بازوریہ سے ہے۔

ہماری پانچ بہنیں اور چار بھائی ہیں۔ عمر کے لحاظ سے ہم سب میں ایک سال کا فرق ہے۔ میں اپنے گھر میں سب سے بڑا، میرے بعد حسین پھر بالترتیب زینب، فاطمہ، محمد، جعفر، زکیہ، امینہ اور سعاد ہیں۔

ہمارا تعلق ایک غریب اور مستضعف خاندان سے تھا جس نے دوسرے خاندانوں کی طرح نوکری اور روٹی کی تلاش میں لبنان کے جنوب سے بیروت کی طرف ہجرت کی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے بیروت کے اسی مشرقی علاقہ میں [النجاح یا الکفاح] نامی پرائمری سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دوسرے سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اور اس مرحلہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

1974 اور 1975 میں لبنان کے اندر خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ خانہ جنگی کے شروع ہوتے ساتھ ہی سکول بند ہو گئے۔ بیروت کا مشرقی علاقہ جس میں مسلمان اور شیعہ سکونت پذیر تھے وہ لبنانی فورسز اور حزب کتائب (۱) کے ہاتھوں سقوط کر گیا۔ ہم نے مجبور ہو کر اس علاقہ کو چھوڑا اور اپنے گاؤں بازوریہ پلٹ گئے۔ ہم وہاں پر تقریباً ڈیڑھ سال تک رہے اور اسی عرصہ میں میٹرک کی تعلیم کا آغاز کیا۔

میں کلاس میں ہمیشہ پوزیشن لیتا تھا خاص طور پر ریاضی، کیمسٹری، الجبرا، اور ہندسہ کے مضامین میں قابل تھا۔ اب مجھے یاد نہیں کہ نمبر کتنے ہوا کرتے تھے لیکن کلاس میں ہمیشہ پہلی، دوسری یا تیسری پوزیشن لیتا تھا۔

ہمارے والد گرامی اب بیروت کے اندر [کمیتہ امداد امام خمینی] میں صدقات کے امور کے مسئول ہیں۔ وہ اس وقت بہت زیادہ غریب تھے۔ ان کی چھوٹی سی سبزی کی ایک دکان تھی جس میں ہم

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com

ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ہم ظہر تک سکول میں ہوتے تھے اور جب واپس پلٹتے تو دکان پر والد کی مدد کرتے یہاں تک کہ چھٹی والے دن بھی دکان پہ جا کے کام کرتے تھے۔

ہمیں عید اور دوسری تعطیلات کا معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا ہوتی ہیں۔ میرے نجف جانے تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ لوگ کس لیے عید مناتے ہیں۔ لوگ عید اور تعطیلات کے دنوں میں سیر و سیاحت کے لیے سمندر کے کنارے جاتے تھے لیکن ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ لوگ وہاں کس لیے جاتے ہیں اور ہم نہیں جاتے۔ فقرا اور تنگدست افراد کے نزدیک بھی سیر و سیاحت ایک عادی چیز تھی لیکن یہ بات ہمارے گھر میں رائج نہ تھی۔ یہ سب کچھ ہمارے فقر اور غربت کا نتیجہ تھا۔ ہمارے ہم عمر تمام بچے کھیلتے جبکہ میں اور میرا بھائی حسین دکان پر کام کرتے تھے۔ جب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اور تھک جاتے تو دکان سے بھاگ جاتے پھر ایک دو گھنٹے کے بعد پلٹ آتے۔ کبھی ہمارے والد ہمیں پکڑ کے لاتے اور ہمیں اچھی خاصی مار پڑتی تھی [مسکراہٹ کے ساتھ] اب بھی جب والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ ان دنوں کے واقعات اور مار کھانے کا ذکر ہوتا ہے تو ہم سب ہنستے ہیں۔

مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ میرے نجف جانے تک کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں تھا جس میں ہم بہن بھائی اپنے والدین کے ساتھ ایک دسترخوان پہ جمع ہوئے ہوں اور مل کے کھانا کھایا ہو۔ ہمیشہ ہم بہن بھائی مل کے کھانا کھاتے اور والدین دکان پہ ہوتے یا والد اور والدہ میں سے کوئی ایک ہمارے ساتھ ہوتا تھا۔ کبھی بھی ہمارا پورا خاندان کھانے کے لیے دسترخوان پر جمع نہیں ہوا۔ ہمارے والد صبح کی نماز کے بعد دکان پہ جاتے اور رات بارہ بجے واپس آتے۔ کبھی دن کے وقت ہماری والدہ ان کی مدد کے لیے جاتیں تا کہ وہ کچھ آرام یا نماز پڑھ سکیں۔ یہ تلخ یادوں میں سے ہے جس سے ہم بچپن میں بھی رنجیدہ ہوتے تھے۔

جب ہم بیروت کے مشرقی علاقہ میں تھے تو ایک مسجد میں میرا آنا جانا تھا جس میں سید محمد حسین فضل اللہ (2) نماز پڑھاتے تھے۔ جہاں پہ ہم سکونت پذیر تھے وہاں پہ کوئی بھی جوان دیندار نہیں تھا اس کے باوجود میں جوانوں کے ایک دیندار گروہ سے مربوط ہو گیا۔ مجھے بچپن سے ہی دینداری اور عبادت کی توفیق حاصل تھی اور اس مسجد میں جاتا تھا جہاں نمازیوں کی بہت زیادہ تعداد ہوا کرتی تھی۔ مسجد میں سید

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

فضل اللہ کی ہونے والی مجالس میں حاضر ہوتا تھا۔ میں اپنے محلہ میں اکیلا دیندار فرد تھا۔ البتہ ہمارے گھر والے سب دیندار تھے لیکن ایک عادی اور سنتی صورت میں تھے۔ میں اس زمانے میں اپنی کمسنی کے باوجود فرہنگی اور اسلامی فعالیت میں شریک ہوتا تھا۔

سیاسی فعالیت کا آغاز:

بیروت کے مشرقی علاقہ سے جنوب لبنان کی طرف ہجرت کے بعد میں نے اپنے گاؤں میں جوانوں کو منظم کر کے اسلامی فعالیت کا آغاز کیا۔ اس وقت کیمونسٹ مکمل طور پہ ہمارے گاؤں پر مسلط تھے لیکن میں جوانوں کی ایک تعداد کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ حزب امل (3) کی بھی ہمارے گاؤں میں فعالیت تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سید موسیٰ صدر (4) لبنان میں موجود تھے۔ حزب امل کی طرف منسوب اکثر افراد فرہنگی اور مذہبی نہیں تھے۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال اور میں کالج کا سٹوڈنٹ تھا۔ حزب امل کے مسئولین نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں اپنے گاؤں میں اس کی مسئولیت قبول کروں اور میں نے قبول کر لی۔ میں تقریباً ڈیڑھ سال تک اسی عہدہ پہ باقی رہا اور فعالیت کی۔ میری اسی عرصہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ چمران (5) سے آشنائی ہوئی اور آہستہ آہستہ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات بن گئے۔ وہ جنوب کے علاقہ میں دیہاتوں کے مسئولین سے ہر ہفتے ملاقات کرتے، ان کو سمجھاتے اور سیاسی شعور دیتے تھے۔ ان کی اجرائی اور تنظیمی مشکلات سنتے اور انہیں حل کرنے میں ان کی راہنمائی کرتے۔ ہر ہفتے منعقد ہونے والی ان محفلوں کے بعد سب اپنے اپنے گاؤں کی طرف پلٹ جاتے۔

ہم اور خانہ جنگی:

ستر کی دہائی میں لبنان ایک شدید خانہ جنگی کا شکار ہوگیا۔ ہمارے خاندان میں سے کوئی ایک بھی اس جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ ہماری عمریں کم تھی اور ہم جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ ہمارے والد کا بھی اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کا تمام ہم وغم یہ تھا کہ کام کر کے ہمارا پیٹ بھر سکیں، ہم پڑھیں اور ایک اچھی زندگی گزار سکیں۔

خانہ جنگی کی وجہ سے ہم ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے۔ کئی مہینے پریشانی کی حالت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں گھر کے اندر ہی رہتے۔ بیروت کے مشرق میں ہمارا گھر فرنٹ لائن پہ اور فائرنگ کی زد میں تھا۔ اسی وجہ سے ہمارا گھر سے باہر آنا جانا مشکل تھا۔ کئی مہینے گھر میں گزارتے، باہر نہ آتے اور ریڈیو سے خبریں سنتے تھے۔ مجموعی طور پر ہمارے گھر والے اس خانہ جنگی میں حصہ لینے سے پرہیز کرتے تھے۔

البتہ یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس خانہ جنگی میں کوئی بھی اسلامی تحریک شامل نہیں تھی۔ اس میں صرف کیمونسٹ، قومیت پسند، بعثی اور فلسطینی گروہ شامل تھے اور ان سب کا تعلق بائیں بازو کی جماعتوں سے تھا۔ اس وقت حزب امل بہت کمزور تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حزب امل کا اسلامی تنظیمی ڈھانچہ نہیں تھا جو جنگ میں حصہ لے سکے۔ میں نے خانہ نشینی کی اس لمبی فرصت سے فائدہ اٹھایا اور کافی ساری کتابوں کے مطالعات کئے۔ مجھے یاد ہے کہ اس زمانے میں سید عبداللہ شبر کی تفسیر پہ میری خصوصی توجہ تھی۔

علمی لگاؤ:

میں بچپن سے ہی جب بعض مشائخ کی خدمت میں بیٹھتا تو کافی دیر ان کے عمامے کی طرف دیکھتا رہتا۔ خود عمامہ اور اس کے پیچ وخم کو غور سے دیکھتا۔

میں اپنے والد کی دستار کو کپڑے کے ایک ٹکڑے پہ لپیٹتا اور عمامہ بنا کے اپنے سر پر رکھ لیتا۔ جب میں چھوٹا تھا تو علم کے حصول اور علماء کے لباس کی طرف شدید رغبت رکھتا تھا۔ ہمارے خاندان میں کوئی فرد عالم دین نہیں تھا۔ صرف ہمارے خاندان میں نہیں بلکہ ہمارے والد کے اجداد میں سے تین چار نسلوں تک کوئی عالم دین نہیں تھا۔ لیکن ہماری والدہ کے چچا ایک سید عالم دین تھے۔ ان کی تصویر ہمارے گھر میں لگی ہوئی تھی۔ مجھے یہ بات بچپن سے پسند تھی کہ اسی سید کی طرح حوزہ علمیہ میں درس پڑھوں اور عالم دین بنوں۔ بچپن سے ہی حصول علم کے ساتھ عشق اور رغبت تھی۔ ہمیشہ علم حاصل کرنے کی فکر میں ہوتا تھا۔ جب ہم گاؤں میں تھے جس کے تمام جوان کیمونسٹ تھے تو میں رات کو سوتے وقت اس بات پہ غور کرتا کہ اپنے گاؤں کے جوانوں کو کیسے اسلام کا معتقد اور وہاں کے رہائشی افراد کو دیندار بناؤں۔ میں یہ بات سوچتا تھا کہ لبنان میں اسلامی حکومت کو کیسے وجود میں لائیں۔ جس فرد کی سوچ ایسی ہو تو یہ بات طبیعی ہے کہ اس کا ہدف علم کا حصول ہوگا۔

یہ الٰہی توفیقات میں سے تھا کہ دینی تربیت میرے طالب علم بننے کا باعث بنی۔ ہمارے گھر میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

دینداری ایک عادی صورت میں تھی۔ ہمارے والدین نماز اور روزہ کے پابند تھے۔ احکام شرعی کے بارے میں ان کی شناخت اور معرفت بہت محدود تھی۔ جب میں ان دنوں کے بارے میں سوچتا ہوں تو خداوند متعال کا بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ میں تقریبا یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس راہ پہ چلانے کے لیے کسی نے میری راہنمائی نہیں کی اور میرا ہاتھ نہیں پکڑا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ ہمارے گھر میں قرآن مجید رکھے ہوئے تھے میں اٹھا کر تلاوت کرتا اگر چہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن جنت، دوزخ اور اس کا عذاب میرے ذہن پہ نقش ہو چکے تھے۔ ہمارے گھر میں دو کمرے تھے۔ ایک میں ہمارے والدین اور دوسرے میں ہم بہن بھائی سوتے تھے۔ میں جب رات کو سوتا تو خواب میں آگ اور جہنم کو دیکھتا نیز یہ کہ مجھے جہنم میں پھینک رہے ہیں۔ اس وقت ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے میری آنکھ کھل جاتی اور بہت زیادہ ڈر جاتا۔ اس شدید ڈر کی وجہ سے والدین کے کمرے میں پناہ لیتا اور ان دونوں کے درمیان سو جاتا۔ یہ واقعہ ہر رات تکرار ہوتا۔ نیند میں آگ اور جہنم کے درمیان خود کو جلتا ہوا دیکھتا۔ وہ خواب اور معنوی حالات میرے آج کے زمانہ سے بہتر تھے۔

اس کے بعد کتابیں بیچنے والے ایک شخص سے مجھے ایک کتاب ملی جس کا نام ''ارشاد القلوب'' تھا۔ اس وقت میری عمر آٹھ یا نو سال تھی۔ میں نے اس شخص سے یہ کتاب خرید لی۔ ارشاد القلوب میں وعظ و نصیحت اور قصے ہیں۔ جنہوں نے میری زندگی پہ گہرا اثر چھوڑا۔ میں نے اس وقت سے اسلامی کتابوں کی تلاش شروع کر دی جبکہ مجھے اسلامی لائبریریوں کے بارے معلوم نہیں تھا۔ ایک اور کتابیں بیچنے والے شخص سے ایک کتاب ملی جس کا نام ''امیر المومنین کی قضاوتیں'' تھا۔ یہ چھوٹی سی کتاب تھی اور میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ میں جس کتاب کا مطالعہ کر لیتا تو دوبارہ اسے اول سے شروع کر دیتا۔ مجھے علم کے حصول اور مطالعات کا بہت شوق تھا۔

چند سال اسی طرح گزر گئے جبکہ ہمارے محلہ میں کوئی بھی دیندار فرد نہیں تھا اور میں بھی کسی عالم دین یا دیندار فرد سے آشنا نہ ہو سکا۔ ہمارے محلہ میں ایک بزرگ شخص تھے جس کی داڑھی تھی اور وہ اپنی دکان میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ میں اسے دیندار سمجھ کے اس کے پاس جاتا تا کہ اس کی داڑھی اور نماز پڑھنے کا طریقہ دیکھ سکوں۔ میں اسے بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میرے والد سید موسیٰ صدر کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ وہ ان کی تصاویر اپنے گھر میں لائے۔ میں کافی دیر بیٹھ کر سید موسیٰ صدر کی تصاویر کو غور سے دیکھتا رہتا۔ میں ہمیشہ کسی عالم دین، دیندار یا ہر اس فرد کی تلاش میں ہوتا تھا جس سے استفادہ کروں اور اس سے مربوط ہو جاوں۔

میں نے دس گیارہ سال کی عمر میں پرائمری کی تعلیم مکمل کی۔ مڈل کی تعلیم کے لیے ایک اور جگہ پر گیا جو اس مسجد کے قریب تھی جہاں سید فضل اللہ نماز پڑھاتے تھے۔ وہاں مومن جوانوں کے ایک گروہ سے آشنائی ہوئی اور میں نے مسجد میں آنا جانا شروع کر دیا۔ مجھے خدا کی یہ توفیق نصیب ہوئی کہ دس سال کی عمر سے پہلے اپنی توانائیوں اور مختصر معلومات کی بدولت میں نے اپنا راستہ تلاش کر لیا۔ نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھتا تھا۔ جب سے مسئول بنا ہوں تو معنویت میں کمی آ گئی ہے [مزاح میں مسکراتے ہوئے] ان دنوں جب قرآن کی تلاوت کرتا یا نماز پڑھتا تو بہت توجہ اور حضور قلب ہوتا تھا۔ اس وقت میرا دل اور روح پاکیزہ تھی اور اس دنیا سے وابستہ اور اس میں گرفتار نہیں ہوا تھا۔

پہلی تقریر:

جب اپنے گاؤں بازوریہ میں پہلی دفعہ منبر پر گیا تو میری عمر چودہ سال تھی۔ ہمارے گاؤں میں ایک عالم دین تھے جن کا نام علی شمس الدین تھا۔ وہ تقریر کرنا نہیں جانتے تھے لیکن انہوں نے نظری طور پر مجھے تقریر کرنا سکھائی اور بہت زیادہ تشویق کی۔ یہ شیخ خود دیندار اور اچھے انسان تھے۔ لبنان میں جو بھی فوت ہو جائے تو اس کے لیے سات دن مجالس برپا ہوتی ہیں۔ ان مجالس میں مرثیہ پڑھنے کے بعد ایک شخص تقریر کرتا ہے۔ علی شمس الدین نے مجھے شوق دلایا اور کہا کہ "تم منبر پہ جاؤ اور تقریر کرو"۔

انہوں نے کہا کہ "تقریر کے دوران لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھیں۔ صرف ان کے بالوں اور سروں کے اوپر نگاہ کریں تا کہ اضطراب کا شکار نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ان کی آنکھوں اور چہروں پہ نگاہ کریں تو ممکن ہے آپ کے اندر اضطراب والی کیفیت پیدا ہو جائے"۔

میں نے پہلی تقریر کاغذ پر لکھی ہوئی تھی جو میں نے سات منٹ میں ختم کی۔ اس تقریر نے سامعین کو داد دینے پر ابھارا اور انہوں نے میری تعریف کی۔ کسی نے بھی تنقید یا اعتراض نہ کیا۔ میں نے دوسری تقریر اس کے ایک ہفتہ بعد کی۔ اس دفعہ کھڑے ہو کر تقریباً بیس منٹ زبانی گفتگو کی۔ چونکہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ہمارے محلہ میں کوئی بھی فرد فرہنگی نہیں تھا اور اسلامی سطح کے لحاظ سے بوڑھے افراد تھے جو صرف معاشرتی اور تقلیدی لحاظ سے مذہبی تھے۔ ان تقاریر میں انہوں نے مجھے داد دی۔ اس کے بعد جب بھی کسی گاؤں میں کوئی فوت ہو جاتا تو اپنی کمسنی کے باوجود منبر پہ جا کر تقریر کرتا۔ یہ بات دوسرے دیہاتوں تک بھی پھیل گئی اور میں ان علاقوں میں بھی جا کر تقریر کرتا۔ یہ سب کچھ میرے نجف جانے اور طالب علم بننے سے پہلے کے واقعات ہیں۔ اس کے بعد جب جنرل سیکرٹری بنا تو دوسری بار کاغذ سے دیکھ کر تقریر کی۔

طالب علم بننے کا شوق:

طالب علم بننے کی میری آرزو اس وقت پوری ہوئی جب میں سید محمد غروی (6) سے آشنا ہوا۔ وہ اصالتاً ایرانی تھے۔ انہوں نے نجف میں زندگی گزاری اور شہید سید محمد باقر صدر کے شاگرد تھے۔ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں صور شہر کی طرف آنے جانے میں ان سے آشنائی ہوئی اور انہوں نے مجھے شوق اور رغبت دلائی۔ میں حوزہ علمیہ نجف میں جانے کی کوشش میں تھا۔ میں کسی ایسے فرد کی تلاش میں تھا جو مجھے نجف بھیجے اور میں معرفت وشناخت حاصل کرسکوں۔ میں اس مرحلہ کو الٰہی توفیقات میں سے شمار کرسکتا ہوں۔ چونکہ میں بعض علماء سے آشنا ہوا اور انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ نجف لے جائیں گے لیکن بہت زیادہ کوشش کے باوجود ہر بار شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی پاسپورٹ کی مشکل تو کبھی مالی مسائل کا سامنا یا دوسرے مسائل کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکا یہاں تک کہ سید غروی کے وسیلہ سے نجف گیا۔ بعد میں یہ واضح ہوا کہ اگر اس سے پہلے نجف جانے کے امکانات فراہم ہو جاتے اور میں نوجوانی میں ان مشائخ کے وسیلہ سے نجف جاتا تو وہاں پر ان کے دوستوں [جو بعثی حکومت کے حامی تھے] کے ہاتھوں پھنس جاتا اور ممکن تھا کہ وہ مجھے گمراہی کی طرف لے جائیں۔ خداوند متعال نے یہ سب راستے میرے لیے بند کر دیے اور جانے کی اجازت نہ دی۔ سب سے زیادہ مناسب راستہ سید محمد غروی والا تھا اور انہوں نے مجھے شہید صدر، آیت اللہ سید محمود ہاشمی اور سید محمد باقر حکیم کے نام خطوط دے کر نجف بھیج دیا۔

میرے والدین اس بات سے راضی نہیں تھے کہ میں حوزہ علمیہ میں جاوں۔ میری والدہ کی علماء کے بارے مثبت رائے نہ تھی۔ اس دن تک مجھے اپنے نانا کے بارے میں معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی عالم دین تھے اور بعد میں انہوں نے علماء کے اس لباس کو اتار دیا تھا۔ البتہ یہ کام کسی خاص ارادے، سیاسی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نظریہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ خاندانی مسائل کی وجہ سے تھا۔ میری والدہ کہتی تھیں کہ ''اگر تم نجف جاؤ تو فقیروں میں ایک فرد کا اضافہ ہو جائے گا''۔ لبنان میں علماء کو فقیر سمجھا جاتا تھا۔ ان کے گمان میں عالم وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے دیے ہوئے پر زندگی گزارے۔

میں والدین کو راضی کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور وہ میرے طالب علم بننے پر راضی نہ ہوئے۔ میں نے اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا۔ میں نے ان سے کہا کہ ''لبنان میں کوئی مناسب شغل اور کام نہیں ہے نیز صورتحال بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر میں یہاں پر رہوں تو حزب امل مجھے جنگ کے لیے لے جائے گی لیکن اگر نجف چلا جاؤں تو وہاں کالج میں پڑھوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کروں گا۔ کالج کی تعلیم کے بعد بغداد یونیورسٹی میں داخلہ لوں گا اور وہاں سے پی ایچ ڈی کروں گا''۔ اس بات کی وجہ سے میرے والدین نے عراق جانے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا لیکن جب نجف پہنچا تو اصلا کالج میں داخلہ لینے کی بات نہ سوچی۔ چند دن کے بعد سر پہ عمامہ رکھ لیا اور عمامے والی تصویر اپنے گھر والوں کے لیے بھیجی۔ اس بات کا مطلب یہ تھا کہ میں اب طالب علم بن گیا ہوں اور اب کام تمام ہو چکا ہے۔

نجف کا سفر:

15 دسمبر 1976 میں اکیلا نجف کے لیے روانہ ہوا جبکہ میری عمر ساڑھے پندرہ سال تھی۔ لبنان سے باہر جانے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے ایک دوست شیخ علی کریم نجف میں ہیں۔ میں ان سے ضاحیہ کے علاقہ ''نبعہ'' میں آشنا ہوا تھا۔ چونکہ میں نجف سے واقف نہیں تھا لہذا سب سے پہلے انہیں تلاش کیا اور ان سے کہا کہ مجھے سید محمد باقر صدر کے پاس لے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ معمولاً لبنانی عراقی ایجنسیوں کے کنٹرول اور دباؤ کی وجہ سے سید باقر صدر صدر کے گھر جانے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن میں آپ کا ایک ایسے شخص سے تعارف کرواتا ہوں جو سید باقر صدر کے گھر آنے جانے میں نڈر، شجاع اور بے باک ہے۔ وہ شخص سید عباس موسوی (7) تھے۔

سید عباس سے میری پہلی ملاقات نجف اشرف میں داخل ہونے کے دوسرے دن علی کریم کے ذریعے سے ہوئی۔ سید عباس سے ملاقات کا وقت طے پایا۔ انہیں اپنی ساری داستان بتائی۔ انہوں نے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کہا کہ "ابھی چلتے ہیں" اور پھر فوراً سید باقر صدر کے گھر کی طرف چل پڑے۔ سید عباس نے ان سے میٹنگ میں شریک ہونے کی اجازت مانگی۔ ہم دفتر والے کمرے میں بیٹھ گئے اور میں نے سید محمد غروی کے خطوط سید باقر صدر کو دیئے۔

مجھے اصلاً اس بات کی توقع نہیں تھی کہ سید باقر صدر اتنے مقام و عظمت کے باوجود لبنان سے آئے ہوئے نوجوان کی طرف اس طرح توجہ دیں۔ ہم تقریباً آدھ گھنٹہ ایک ساتھ بیٹھے رہے۔ انہوں نے مجھ سے سید موسیٰ صدر، حرکت المحرومین، جنوب میں دینی فعالیت، سید محمد غروی، لبنان کے جوانوں اور فرہنگی و سیاسی رجحانات کے بارے سوالات پوچھے۔ میں نے انہیں ایک ایک سوال کا جواب دیا اور وہ میرے دقیق جوابات سن کر حیران ہو گئے کیونکہ میں سیاسی ڈھانچے میں رہا اور فرہنگی فعالیت انجام دے چکا تھا نیز بچپن سے لبنان کے حقیقی حالات پہ میری توجہ تھی۔ ان سوالات اور جوابات کے بعد سید صدر نے سید عباس سے کہا کہ میں تمہیں ان کا پشت پناہ قرار دے رہا ہوں اور تم ان کے مسئول ہو۔ انہوں نے کمرے سے نکلتے ہوئے میری طرف رخ کیا اور پوچھا کہ کیا آپ کے پاس پیسے ہیں؟ میں نے کہا" نہیں، میرے پاس نجف تک آنے کی ٹکٹ اور سفر کے پیسے تھے، میرا خاندان تنگدست ہے اور ان کے پاس کوئی خاص چیز نہیں"۔

سید صدر نے اپنے بستر کے نیچے سے چند عراقی دینار اٹھا کر سید عباس کو دیتے ہوئے کہا کہ "ان پیسوں سے ان کے لیے عمامہ، سفید پیراہن، ایک قبا اور بعض ضروری کتابیں خرید لیں اور باقی پیسے ان کے ذاتی اخراجات کے لیے دے دیں"۔ پیسوں کی تقسیم بیان کرنے کے بعد سید عباس سے کہا کہ "ان کی رہائش کے لیے کمرے کا بندوبست اور ان کے حال واحوال اور پڑھائی کا خیال رکھیں"۔ اس دن کے بعد سے میں سید عباس کے تحت نظر اور مورد حمایت تھا۔ اس وقت سے سید عباس کے ساتھ دل لگی اور محبت اس حد سے بھی بڑھ گئی جتنی ایک شاگرد کو استاد یا ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے ہوتی ہے۔ وہ واقعاً میرے والد کی مانند تھے۔ میری عمر کم تھی اور وہ نجف میں مجھ سے قدیمی تھے۔ مجھ پہ ان کی اتنی توجہ تھی کہ جتنی ایک باپ کی بیٹے پر ہوتی ہے۔ واقعاً جب میں نجف میں تھا تو وہ اپنے گھر والوں سے زیادہ میرا خیال رکھتے تھے۔ سید عباس نے نجف اشرف میں اپنے گھر کے نزدیک "مدرسہ ازریہ" میں کمرے کا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بندوبست کیا۔ اس مدرسے میں چند لبنانی طالب علم تھے جو تقریباً میرے کلاس فیلوز تھے یعنی حوزہ میں نئے آئے ہوئے تھے۔

علماء کا لباس:

نجف میں جس طالب علم کے سر پہ عمامہ نہیں ہوتا تھا اسے مدرسے میں کمرہ نہیں ملتا تھا۔ میری دعا قبول ہوگئی اور شہید باقر صدر نے میرے سر پہ عمامہ رکھا۔ کسی نے مجھ سے اس بات کا مطالبہ نہیں کیا تھا کہ سید صدر کے ہاتھوں عمامہ رکھوں لیکن میں نے خود اس بات کا فیصلہ کیا تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ اس کام کی وجہ سے عراقی ایجنسیاں تمہیں گرفتار کریں گی اور آزار واذیت پہنچائیں گی لیکن اصلاً یہ بات میرے لیے اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری داڑھی نہیں تھی اور میں نوجوان تھا۔ مجھے نجف میں آئے ہوئے ایک ہفتہ یا دس دن ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے گھر گئے تو طالب علموں کی ایک تعداد عمامہ سر پر رکھوا رہی تھی۔ انہوں نے مجھے میرے نام سے پکارا۔ میں اس بات سے حیران ہوگیا کہ انہیں میرا نام یاد تھا۔ سید صدر دل لبھا لینے والے اور لطیف شخصیت کے مالک تھے۔ جب میں نے علماء والا لباس پہنا تو خوشی سے پھولے میں نہیں سما رہا تھا کیونکہ میں بچپن سے اسی لحظے کے انتظار میں تھا لیکن واقعاً مجھے اس کی سنگینی کا احساس ہوا۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ اب مجھے ہر کام انجام نہیں دینا چاہیے اور اپنی رفتار و گفتار کا خیال رکھنا چاہیے۔

میرے عمامہ پہننے کی ایک پوری داستان ہے۔ ایک شخص اپنے بیٹوں کو پڑھائی کے لیے نجف لے کے آیا ہوا تھا جس کا نام مصطفیٰ یسین تھا۔ وہ اپنے دو بیٹوں شیخ حسن یسین اور حسین یسین کو اپنے ساتھ لایا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میرے بیٹے سید باقر صدر کے ہاتھوں سر پہ عمامہ رکھیں لیکن کسی نے اس سے کہا کہ "اگر آپ کے بیٹے سید صدر کے ہاتھوں سر پر عمامہ رکھیں تو ایجنسیاں ان کا پیچھا اور انہیں اذیت کریں گی"۔ پھر وہ انہیں سید خوئی کے پاس لے گئے اور ان کے ہاتھوں عمامہ رکھوایا۔ وہ شخص شاعر بھی تھا۔ عمامہ کی رسم کے بعد اس نے شعر کے دو بیت لکھے۔ وہ یہ دو بیت سید صدر کی خدمت میں سنانا چاہتا تھا لیکن نہ ہوسکا۔ مجھے آج تک وہ دو بیت حفظ ہیں۔ جن میں وہ کہتا ہے کہ "وہ عمامہ جیسے آپ کے دونوں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہاتھوں نے مبارک بنادیا اور کرامت کی بنا پر ان دونوں کے کام کو منور کر دیا۔ یہ پاکیزہ ترین علما نے اس کر جنہیں کسی نے بابرکت بنادیا ہو اس سے طول زندگی میں کرامات رونما ہوں گی اور یہ سب کچھ بہت زیادہ ہے۔"

اور بعد میں یہی الحاج مصطفیٰ یاسین میرے سسر بن گئے۔

اسی سال بہت سارے لبنانی طالب علم نجف میں آئے۔ ہمارا ایک گروہ تشکیل پا گیا جس میں شیخ علی کریم، شیخ محمد خاتون اور شیخ حسن یاسین تھے۔ ہم ایک گروہ کی صورت میں سید عباس کے پاس درس پڑھتے تھے۔ ان کی حیثیت ہمارے لیے ایک استاد سے بہت زیادہ تھی۔ وہ اس گروہ پہ نظارت اور نگرانی کرتے تھے۔ وہ اس گروہ میں سے مجھ پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ توجہ ذاتی محرکات یا سید صدر کی نصیحت کی وجہ سے تھی۔

نجف اشرف میں اس گروہ کا اصلی ہدف علم کا حصول تھا۔ ہم تقریباً ڈیڑھ سال تک نجف میں رہے اور پوری مدت تحصیل علم اور درس و بحث میں گزاری۔ یہاں تک کہ رمضان، محرم اور مذہبی چھٹیوں میں بھی درس پڑھتے تھے۔ ہمارا تحصیلی سال تقریباً تین سو پچاس روز پہ مشتمل ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ سید عباس جمعرات اور جمعہ والے دن بھی درس پڑھاتے تھے۔ اس طرح کئی مہینے گزر جاتے اور ہمیں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آج ہفتے کا کون سا دن ہے۔

ہمارا گروہ نجف میں ایک متفاوت صورت میں درس پڑھتا تھا۔ حوزہ کے رائج دروس میں صرف، نحو، بلاغت اور فقہ پڑھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایمان، تفسیر، اخلاق، سیرت کے بارے دروس نیز سید صدر کی تالیفات "ہمارا اقتصاد" {اقتصادنا} اور "ہمارا فلسفہ" {فلسفتنا} بھی پڑھتے تھے۔

سید عباس ہر ہفتے اس گروہ سے امتحان لیتے تھے۔ جب کتاب ختم ہو جاتی تو اس کا امتحان دینا ضروری ہوتا تھا۔ ہم ہر روز درس شروع کرنے سے پہلے گذشتہ درس سے جواب دینے کے لیے آمادہ ہوتے تھے۔ جب بھی انہیں پتا چلتا کہ طالب علم گذشتہ درس کو اچھی طرح نہیں سمجھ پائے تو اسی پہلے والے درس کا تکرار کرتے۔ ہم ہمیشہ اس فکر میں ہوتے تھے ایسا نہ ہو کہ ہم گذشتہ درس سے مربوط سوالات کے جوابات نہ دے سکیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com/
Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اس گروہ کے تمام افراد سید عباس کے ساتھ رابطہ کی بنا ء پر سید باقر صدر کی تقلید کرتے تھے۔ البتہ ایک فرد آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی (8) کا مقلد تھا جس نے بعد میں سید باقر صدر کی تقلید کر لی۔ نجف کے اس زمانے کے ماحول میں ہم سب پہ یہ الزام تھا کہ یہ تحریک محرومین کے افراد ہیں۔ جبکہ بعض ہمیں حزب الدعوہ (9) یا سید باقر الصدر کے افراد کہتے تھے۔ عراق کی ایجنسیاں بہت شدت سے ہمارے مدرسے پہ نگرانی کرتی تھیں۔ ہم اپنا پورا وقت تحصیل علم اور امیر المومنین کے حرم کی زیارت میں صرف کرتے۔ گروہ کی صورت میں مراجع کے گھروں میں بھی جاتے تھے۔ کئی دفعہ امام خمینی کے گھر بھی گئے لیکن اکثر وقت تحصیل علم، دروس اور مباحثہ میں گزارتے تھے۔ اس وقت میری عمر سولہ یا سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ نجف میں رونما ہونے والے حادثات اور واقعات سے زیادہ آشنا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے نجف کے حالات، مرجعیت کی صورتحال، دوسری طاقتوں کی فعالیت اور بعض پیش آنے والے اختلافات سے زیادہ آگاہ نہیں تھا۔ ایسے طالب علم کم تھے جو حوزہ میں آنے کے بعد بہت جلدی علماء کا لباس پہنتے اور اس کے ساتھ ساتھ سیاسی امور سے بھی آشنا اور ان پر مسلط ہوتے۔ صرف یہی کافی تھا کہ نجف اشرف میں سیکورٹی فورسز کی نگاہوں میں آجائیں اور [ان کی نگاہوں میں] سزا کے مستحق قرار پائیں۔

شہریہ:

میں سید خوئی، سید باقر صدر اور امام خمینی سے شہریہ لیتا تھا۔ شہید صدر دو دینار، سید خوئی دس دینار اور امام خمینی پانچ سے لے کر دس دینار تک شہریہ دیتے تھے۔ سید حکیم کے دفتر سے بھی طالب علموں کو پانچ دینار شہریہ ملتا جبکہ مجھے نہیں ملتا تھا۔ شہریہ کے مسئول نے واضح لفظوں میں مجھ سے کہا کہ تم سید باقر صدر کے مقلد ہو اس لیے اس شہریہ کے مستحق نہیں ہو۔ مجموعی طور پر ہر مہینے بیس دینار شہریہ ملتا تھا۔

آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں:

امیر المومنین کے حرم کے نزدیک ایک بہت بڑا بازار تھا۔ اس بازار میں چند ریسٹورنٹ تھے کہ ان میں سے ایک ،،شمس ریسٹورنٹ،، تھا جو امام زین العابدین روڈ پر واقع تھا۔ اس ریسٹورنٹ کے دو حصے تھے۔ روڈ والی سائیڈ پہ کباب اور دوسرا حصہ بازار کی طرف تھا جس میں کھانا بنتا تھا۔ جب ہم شہریہ لیتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

تو تین دن کباب اور تین دن کھانے والے حصے میں جاتے۔ اس طرح ہمارا پہلا ہفتہ گزر جاتا۔ جبکہ دوسرا اور تیسرا ہفتہ مدرسے میں گزارتے۔ ان دو ہفتوں میں آلووں پہ گزارا کرتے البتہ اس کے ساتھ پنیر اور چائے بھی ہوتی تھی۔ آخری ہفتہ لشکر کشی اور حملوں میں گزارتے یعنی شادی شدہ دوستوں کے گھروں میں یا جب ہمیں پتہ چلتا کہ کسی طالب علم کے گھر والوں نے لبنان سے اس کے لیے چیزیں بھیجی ہیں تو ہم ان کے گھر چلے جاتے۔ اس لیے کہ خود ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ مجھ پر خداوند متعال کی یہ نعمت ہوتی تھی کہ حاج مصطفی یسین اپنے بیٹوں پر بہت توجہ دیتے تھے اور یہ دونوں ہمارے مدرسے میں تھے۔ جو چیز بھی چاہتے تو ان کے والد بھیجتے تھے یہاں تک کہ ان کے کھانے پینے کی چیزیں مثلاً دہی، پنیر اور زیتون بھی لبنان سے آتے تھے۔ میں ان دونوں بھائیوں سے مزاح میں کہتا تھا کہ "میں آپ کا بہنوئی بنا چاہتا ہوں"۔ ان کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی۔ وہ مجھے اپنے کھانے میں شریک کرتے اور اس طرح ہم نے دن گزارے۔ میں صرف ان سے مزاح کرتا تھا اور ان کی بہن [جو بعد میں میری بیوی بنی] کو سرے سے نہیں جانتا تھا۔

میرے گھر والے میری طرف پیسے نہیں بھیجتے تھے۔ اس لیے کہ ہمارے والد کے پاس گھر والوں کا پیٹ بھرنے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ میرا گزر بسر صرف نجف سے ملنے والے شہریہ پہ تھا۔

لبنان واپسی:

1979 میں چہلم امام حسین علیہ السلام کی مناسبت سے سید عباس نے ہمیں رغبت دلائی کہ ایک گروہ کی صورت میں پیدل کربلا چلیں۔ اسی دن ہم نے عمامہ اور علماء والا لباس اتار کے مدرسے میں رکھ دیا اور عراقی چادر، گلے میں رومال اور کچھ بستر اٹھا کر زیارت کے لیے چل پڑے۔ ہم اصل راستہ اور پختہ سڑک سے نہ گئے۔ دریائے فرات کے کنارے کچے راستے سے گئے۔ راستے میں عراقی عوام زائرین کی خدمت کر رہی تھی۔ کربلا میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا کہ عراقی فوج نے کربلا کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ عراقی طیارے زائرین پر بمباری اور دوسری طرف سے ٹینکوں کے ذریعے حملہ کیا گیا جس میں کچھ زائر شہید ہو گئے جبکہ لبنانی زائرین کی اچھی خاصی تعداد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ کو "انتفاضہ 20 صفر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

جب نجف واپس پلٹے تو پتہ چلا کہ عراقی انٹیلی جنس نے ہمارے مدرسے پہ چھاپہ مارا اور وہاں سے انہیں ہمارے عمامے اور لباس ملا ہے۔ کربلا سے واپسی پر عراقی سیکورٹی اداروں نے لبنانی طلاب کی ایک تعداد کو گرفتار کرلیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب سید محمد باقر الحکیم اور سید باقر صدر کے علاوہ بہت سے علماء کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اس دن سے لبنانی طالب علموں پر شدت اور سختی کا آغاز ہوگیا۔ سیکورٹی اداروں نے طالب علموں کو تین گروہوں میں تقسیم کر کے گرفتار کرنا شروع کردیا۔

سب سے پہلے انہوں نے کہا کہ "جو بھی 1978 میں عراق میں داخل ہوئے ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں"۔ بعض طالب علم ایک طرف کھڑے ہو گئے اور وہ انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ دو ہفتے بعد دوبارہ آئے اور کہا کہ "جو بھی 1977 میں عراق میں داخل ہوئے ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں"۔ ایک تعداد علیحدہ کھڑی ہو گئی اور وہ انہیں بھی ساتھ لے گئے۔ قابل توجہ یہ کہ میں 1976 کے آخری مہینے میں عراق میں آیا تھا اسی وجہ سے مجھے اس دن نجات مل گئی۔ اس کے بعد ہمیشہ اسی انتظار میں ہوتے تھے کہ فورسز آ کر ہمیں کہیں کہ جو 1976 میں عراق میں داخل ہوئے تھے وہ بھی ہماری زحمت کو کم کریں۔ نجف کے حوزہ اور مدرسہ میں سب بالخصوص وہ طالب علم جو 1976 میں عراق میں داخل ہوئے تھے وہ پریشان تھے۔ اس صورتحال میں کوئی لبنانی طالب علم وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس سب کے باوجود ہم اس انتظار میں تھے کہ یہ مشکل ٹل جائے۔ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ ہم کیا کریں۔ مراجع اور بزرگ لبنانی علماء کے گھروں میں بھی گئے جبکہ انہوں نے ہم سے کہا کہ "ہم صرف آپ کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔"

ایک دن شیخ حسن یسین کے ساتھ شیخ محمد خاتون کے گھر ان سے ملنے گئے تو اسی دوران ہمارے دوست ایمن حمدان گھر میں داخل ہوئے اور کہا کہ واپس مدرسے میں نہ جائیں۔ عراقی فورسز نے ہمارے تمام دوستوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ اس مدرسے میں ہم ستر کے قریب لبنانی طالب علم درس پڑھتے تھے۔ صرف مجھے، حسن یسین اور ایمن حمدان کو نجات ملی۔ وہ رات ہم نے ایک دوست کے گھر گزاری۔ صبح کے وقت مراجع مثلا سید خوئی اور سید صدر کے گھر گئے البتہ امام خمینی کے گھر نہیں گئے تھے۔

ہم نے ان سے پوچھا کہ "ہم کیا کریں؟ یہاں پر رہیں اور گرفتار ہو جائیں یا ملک سے نکل

Presented by: https://jafrilibrary.com/

جائیں"؟ انہوں نے کہا کہ "آپ رہیں یا چلے جائیں آپ کی گردن پہ کوئی مسئولیت نہیں"۔ چند دن اسی صورتحال میں ادھر ادھر گزارے۔ ہمیں یہ احساس ہوتا کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو ہمیں تحمل کر سکے لہذا ہم نے لبنان جانے کا فیصلہ کر لیا۔

ہم نے خود سے کہا کہ ہم امیر المومنین کے حرم میں داخل ہوں گے اور سب سے پہلے جس عالم دین کو دیکھا اس سے اپنے کام کے لیے استخارہ کروائیں گے۔ جب حرم میں داخل ہوئے تو سید عبدالکریم کشمیری کو دیکھا۔ ہم نے ان سے اپنا مقصد بیان کئے بغیر استخارہ کی درخواست کی۔ انہوں نے استخارہ کیا اور کہا کہ "بہتر ہے، اگرچہ آپ کا سفر دشوار ہے لیکن انجام اچھا ہوگا"۔

ہم نے اپنے اسباب و وسائل جمع کئے اور کربلا کی طرف چل پڑے۔ کربلا میں ہم گرفتار ہو گئے اور انہوں نے تفتیش کے بعد آزاد کر دیا۔ ایک گاڑی میں سوار ہوئے جس کا راستے میں خطرناک ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ تمام مشکلات کے باوجود ہم بغداد کے ہوائی اڈے پر پہنچے۔ ہوائی اڈے پر قریب تھا کہ ہمیں گرفتار کر لیں لیکن بالآخر چیکنگ والی چیک پوسٹ سے گزر کر جہاز میں سوار ہو گئے۔ بیروت کی فضا میں ہمارا جہاز فنی خرابی کا شکار ہو گیا۔ جہاز چار گھنٹے ہوائی اڈے کے اوپر چکر لگاتا رہا یہاں تک کہ مشکل برطرف ہوئی اور جہاز نے لینڈ کیا۔

بعلبک میں دینی مدرسہ کی بنیاد:

ہم 1979 میں واپس بیروت پلٹ آئے۔ جب لبنان آئے تو یہ بات چیت ہوئی کہ کہاں پہ درس پڑھیں؟ ہم درس جاری رکھنا چاہتے تھے۔ ہم میں سے بعض نے ترجیح دی کہ قم چلے جائیں لیکن میں اور کچھ دوست سید عباس کے فرمانبردار تھے۔ بیروت میں سید محمد شمس الدین اور اسی طرح سید محمد حسین فضل اللہ کا حوزہ علمیہ تھا۔

جب ہم نے سید عباس سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ "بہتر ہے بعلبک چلے جائیں۔ برادران کے ساتھ ہم آہنگی کریں اور وہاں پر جا کے خود دینی مدرسہ کی بنیاد رکھیں"۔ سید فضل اللہ اور سید محمد مہدی شمس الدین نے سید عباس کے ساتھ اس بات پہ موافقت کی کہ وہ بعلبک میں مدرسہ کی بنیاد رکھیں۔ بعلبک کے انتخاب کی پہلی وجہ یہ تھی کہ وہ شہری ماحول سے دور تھا۔ درحقیقت ایک بہت بڑا گاؤں تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

دوسری وجہ یہ کہ جنگ سے دور تھا۔ درس اور تحصیل علم کے لیے پر امن علاقہ تھا۔

بعلبک میں ہمارا مدرسہ دو کمروں، غسل خانہ اور ایک ہال پر مشتمل تھا۔ درحقیقت یہ ہال ہمارا باورچی خانہ تھا جس میں کھانا بناتے تھے۔ ان دو کمروں میں پندرہ طالب علم رہائش پذیر تھے۔ پھر اسی مدرسہ کو وسعت دی گئی یہاں تک کہ بہت بڑی عمارت میں تبدیل ہو گیا۔ یہ مدرسہ آج بھی بعلبک میں موجود ہے۔

1982 تک بعلبک میں مقدماتی اور سطوح کے دروس پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ اس کے بعد فقہ اور اصول کے درس خارج میں مشغول ہونا چاہیے تھا جبکہ بڑی سطح کے دروس بعلبک میں نہیں پڑھائے جاتے تھے۔ ایک فاضل استاد جو آج بھی زندہ ہیں، ان کا نام شیخ علی العفی تھا۔ ہم نے ان سے سید خوئی کی اصول فقہ کی مباحث اور سید محسن حکیم کی کتاب "مستمسک الوثقیٰ" پڑھی۔

میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ کام بھی کرتا تھا۔ ہم تبلیغ کے لیے بھی جاتے تھے اور یہ میری خوبصورت اور ناقابل فراموش یادوں میں سے ہے۔ ہم میں سے کسی ایک کے پاس بھی گاڑی نہیں تھی۔ تین یا چار افراد مل کر ٹیکسی کرائے پر لیتے اور نزدیک والے دیہاتوں میں جاتے۔ پہلا شخص ایک جگہ اتر جاتا اور ہم اگلے گاؤں کی طرف بڑھ جاتے پھر دوسرا اور تیسرا شخص بھی اتر جاتا۔ اسی طرح ہم واپسی پر انتظار میں ہوتے کہ گاڑی آئے اور ہم سوار ہو کر واپس پلٹ جائیں۔ سید عباس بھی تبلیغ کے لیے ہمارے ساتھ گاؤں میں جاتے تھے۔ یہ تمام واقعات 1982 سے پہلے کے ہیں۔

اسی زمانہ میں شیخ محمد یزبک نجف اور حسین کورانی قم سے واپس لبنان واپس آئے اور ہمارے مدرسے میں آ گئے۔ اسی طرح مدرسہ میں اچھے اساتذہ کی ایک ٹیم بن گئی۔

مطالعات:

طالب علمی کے دوران میں نے مختلف کتابوں مثلاً عقائد کی کتابوں اور شہید صدر کی تمام تالیفات کا مطالعہ کیا۔ ہم شہید صدر کی تمام تالیفات پہ خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ ہم زیادہ وقت تحصیل علم میں گزارتے۔ ایک دن میں پانچ درس پڑھتے اور کبھی چھٹی نہیں کرتے تھے۔ میرے اکثر عمومی مطالعات کا آغاز نجف سے واپسی پہ ہوا۔ آخری چند سالوں سے کام زیادہ ہوتا ہے اور مناسب فرصت میں مطالعہ

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کرتا ہوں۔شاید ہفتے میں چند گھنٹے مطالعہ کرسکوں مثلاً جمعہ اور اتوار کو جب کام کچھ کم ہوتا ہے تو مطالعہ کی فرصت مل جاتی ہے۔میں زیادہ تر اخبارات مثلاً"السفیر"اور سیاسی وفرہنگی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ سیاسی کتابوں میں بھی اکثر وہی پڑھتا ہوں جو خود صیہونی لکھتے ہیں مثلاً بنیامین نیتن یاہو کی کتاب یا''خاطرات شارون'' نامی کتاب۔ میں یہ بات جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیسے اور کس چیز کے بارے سوچتے ہیں۔

بہت کم ٹیلی ویژن دیکھتا ہوں اور اکثر خبریں سنتا ہوں۔شعر کہتا ہوں اور نہ شاعر ہوں لیکن میرے والد اور میرا بیٹا سید جواد شاعر ہیں۔لکھنے کا بہت شوق ہے اور اس کی استعداد بھی رکھتا ہوں لیکن فرصت نہیں ہوتی۔جوانی میں تقریباً سولہ سے اٹھارہ سال کی عمر تک کافی چیزیں لکھی ہیں لیکن پڑھائی کی مصروفیات،بعض دوسری ذمہ داریاں اور مسائل لکھنے میں روکاوٹ بن گئے۔ابھی تک کوئی کتاب منتشر نہیں کی جبکہ ماضی میں بہت سارے مقالات لکھے ہیں لیکن آخر میں کوئی مقالہ نہیں لکھا۔

شادی:

1979 کے آخر میں نجف چھوڑنے سے چند ماہ پہلے ان دو بھائیوں [حسین یسین اور حسن یسین] کے ساتھ مزاح کرتا تھا اور ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنے کے لیے کہتا کہ"مجھے اپنے ساتھ کھانا کھانے دیں میں آپکا بہنوئی بنوں گا''۔

البتہ مجھے اس وقت معلوم تھا کہ ان کی دو بہنیں غیر شادی شدہ ہیں لیکن میں نے انہیں دیکھا ہوا نہیں تھا اور نہ کبھی واسطہ پڑا تھا۔جب نجف میں تھا تو میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ ان دو بھائیوں کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا اور بیٹھا ہوں۔ ان دو بہنوں میں سے ایک حجاب کے بغیر آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی جبکہ دوسری بہن نے حجاب کیا ہوا تھا۔شیخ حسن یسین سے اچھے تعلق کی بنا پر جرات کا مظاہرہ کیا اور اسے خواب سنایا۔وہ صرف مسکرایا اور کوئی بات نہ کی۔اس کے بعد میں نے بھی خواب کے بارے کوئی فکر نہ کی۔وہ چہرے میری آنکھوں کے سامنے مجسم تھے لیکن انہیں دیکھا ہوا نہیں تھا۔جب میں نجف سے واپس پلٹا تو شادی کے بہت سارے گزینوں [آپشنز] کے بارے سوچا ہوا تھا لیکن شیخ حسن کی بہن کے بارے بالکل نہیں سوچا تھا۔یہاں تک کہ اتفاقی طور پر جب شیخ حسن یسین

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کے گھر میں تھے تو ان کی بہن سکول سے آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو میں نے پہلی بار اسے دیکھا۔ جونہی میں نے اسے دیکھا تو مجھے یاد آ گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میری قسمت لبنان میں لکھی جا چکی ہے۔ اسی رات میں نے رشتہ مانگنے کی نیت سے استخارہ کیا جبکہ مجھے اس لڑکی کے بارے میں زیادہ شناخت اور معلومات نہیں تھیں۔ استخارہ بہت اچھا آیا۔ کچھ مراحل طے کرنے کے بعد ہم نے آپس میں شادی کر لی۔ میں اس وقت سیاسی فعالیت کے آغاز میں تھا۔ کوئی خاص مشکل بھی نہیں تھی اور ہم نے آپس میں کوئی خاص شرائط بھی نہ رکھیں۔

آج بھی ہماری اہلیہ کی حزب اللہ میں کوئی مسئولیت اور ان کے پاس عہدہ نہیں ہے۔ ان کے ذمہ صرف بچوں کی تربیت ہے۔ البتہ وہ اجتماعی اور فرہنگی سطح پر بعض موارد میں مدد کرتی ہے مثلاً ان کو تقریر کرنے کی دعوت دی جائے تو قبول کر لیتی ہیں۔ اسی طرح ہماری بیگم اور بچوں کی حزب اللہ کے تنظیمی ڈھانچے میں کوئی مسئولیت نہیں۔ ہم نے اپنے گھر میں یہ طے کیا ہوا ہے کہ اگر تنظیم نے مدد کا تقاضا کیا تو ہم خدمت کے لیے آمادہ ہیں لیکن کوئی خاص مسئولیت نہیں لیں گے۔

اولاد:

ہماری شادی کے بعد تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی ولادت ہوئی۔ ہمارے سب سے بڑے بیٹے سید محمد ہادی (10) کی ولادت 1979 میں ہماری شادی کے تقریباً ایک یا ڈیڑھ سال کے بعد ہوئی۔ ان کے ایک سال بعد سید محمد جواد اور پھر سیدہ زینب کی ولادت ہوئی جو سید جواد سے تقریباً تین سال چھوٹی ہیں۔ ہمارے سب سے چھوٹے بیٹے سید محمد علی ہیں جو سیدہ زینب سے ایک سال چھوٹے ہیں۔ میں بھی ایرانیوں کی طرح بن گیا ہوں، اپنے بچوں کی تعداد میں مزید اضافہ نہیں کروں گا۔

ایران میں گرفتاری:

اگر میں یہ بات کہوں تو ممکن ہے بہت عادی اور معمولی لگے کہ میں نے عراق کے سخت حالات میں فرار کیا۔ اقلیم التفاح کی جنگ میں بھی محاصرہ میں رہا لیکن صرف ایک جگہ کے علاوہ کبھی گرفتار نہیں ہوا۔ اگر بتاؤں تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں اور وہ بھی انقلاب کی کامیابی کے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بعد گرفتار ہوا۔

ماجرا کچھ اس طرح سے ہے کہ میں نے گھر والوں کے بغیر قم جانے کا فیصلہ کیا۔ جہاز میں ہم چند لبنانی افراد تھے۔ ہم لبنانیوں میں سے ایک فرد نے داڑھی تراشی ہوئی تھی اور حجاب کے بغیر ایک لڑکی بھی تھی۔ اس وقت ایران میں حجاب کا موضوع شروع نہیں ہوا تھا۔ ہم مہرآباد کے ہوائی اڈے پر اترے۔ وہاں پر سیکورٹی انچارج چیکنگ کے لیے کھڑا تھا۔ اس نے گلے میں سونے کا لاکٹ اور داڑھی منڈوائی ہوئی تھی۔ جو حجاب اور داڑھی کے بغیر تھے وہ آسانی سے گزر گئے۔ جبکہ میں عمامہ اور علماء والے لباس میں تھا۔ اس کے علاوہ بعض افراد نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ ہمیں ایک طرف کھڑا کر دیا گیا اور جانے کی اجازت نہ دی۔ اسی طرح آدھی رات تک ہوائی اڈے پر ہمارا وقت ضائع ہوتا رہا۔ آدھی رات کے وقت ایک گاڑی آئی اور ہمیں تھانے میں لے گئی۔ یہ تھانہ شاہ کے دور میں بنی ہوئی ایک عمارت میں تھا جس میں چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ ہمیں ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ دو دن تک ہم وہاں پہ رہے۔ بالآخر ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے چند گھنٹے تفتیش کی:

تم کون ہو؟

ایران میں کس کام کی غرض سے آئے ہو؟

تمہارا کس سے رابطہ ہے؟

اسی طرح لبنان کے بارے میں بھی سوالات پوچھے۔ میری گرفتاری کے دو دن بعد سادگی سے معذرت کی اور مجھے آزاد کر دیا۔ اس وقت گرفتار کرنے والا محکمہ "اطلاعات نخست وزیری ایران" کے تحت نظر تھا۔

وہ دو دن میرے لیے بہت سخت تھے۔ کبھی میں یہ سوچتا ہوں کہ میں پوری زندگی جیل میں نہیں گیا یا گرفتار نہیں ہوا لیکن اسلامی جمہوریہ ایران میں گرفتار ہوا ہوں۔ یہ بات میرے لے بہت دردناک تھی۔ مجھے اصلا اس بات کی توقع نہیں تھی۔

سیاسی فعالیت:

اس وقت میں حزب امل کے تنظیمی ڈھانچے میں کام شروع کر چکا تھا۔ سید عباس اس سے دور رہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کہ مدرسہ کے مسئول اور مدیر تھے لیکن وہ ہماری مدد اور حمایت کرتے تھے۔ میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ حزب امل میں بھی مشغول تھا اور 1982 میں مختلف مسئولیتیں میرے پاس تھی۔ کچھ عرصہ میں بقاع کے علاقہ میں حزب امل کا سیاسی مسئول اور مرکزی دفتر کا رکن بھی رہا۔

قم کا سفر:

میں 1982 میں قم گیا اور وہاں پر تین ماہ قیام کیا۔ صدام کے ایجنٹوں کے ہاتھوں سید باقر صدر کی شہادت کے بعد ہمارے اور عراق کی بعث پارٹی [بیروت والی شاخ] کے درمیان پیش آنے والے حادثات وواقعات کی وجہ سے حوزہ علمیہ قم میں نہ رہ سکا اور رضا کارانہ طور پر لبنان پلٹ آیا۔

لبنان میں سپاہ کی آمد:

1982 میں اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر دیا۔ امام خمینیؒ نے ایرانی فورسز کو وہاں جانے کا حکم دیا جس کی بناء پر سپاہ پاسداران لبنان میں آئے۔ انہیں اس بات کا امکان تھا کہ وہ براہ راست اسرائیل کے ساتھ جنگ کریں گے لیکن وہاں کی بعض حقیقی اور مصنوعی شرائط کی وجہ سے سپاہ کا کام لبنانیوں کو ٹریننگ دینے، مدد اور آمادہ کرنے تک محدود ہو کر رہ گیا اور انہوں نے براہ راست جنگ میں حصہ نہ لیا۔ ہمارا مدرسہ سب سے پہلی وہ جگہ تھا جہاں سپاہ کا استقبال کیا گیا۔ ہم نے مدرسہ میں چھٹیاں کر دی اور سپاہ کے ساتھ کام کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اسرائیل کے ساتھ اس چھ ماہ کی جنگ میں مدرسہ بالکل بند رہا اور ہمیں سپاہ کے ساتھ کام کرنے کی فرصت مل گئی۔ سید عباس نے پہلے جبکہ میں اور باقی دوستوں نے دوسرے گروپ میں ٹریننگ لی۔

یہ تمام واقعات اس گروپ سے مربوط ہیں جو ایران سے آیا اور ان کے کمانڈر احمد متوسلیان (۱۱) تھے۔ البتہ میں ان سے آشنا نہ ہو سکا کیونکہ وہ لبنان میں چند دن سے زیادہ نہ رہے۔

میں سپاہ کے ساتھ کام میں مشغول ہو گیا۔ ہمارا کام رضا کارانہ طور پر آنے والے افراد کا انتخاب اور ان کی فائلیں بنانا تھا۔ اس کام کے لیے دو ایرانی اور دو لبنانی تھے۔ میں اور شیخ یاسر کورانی دو لبنانی تھے جو افراد کا انتخاب، تحقیق اور چھان بین کرتے تھے۔ ہماری ذمہ داری یہ تھی کہ رضا کارانہ طور پہ آنے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

والے افراد کو قبول کریں یا انہیں رد کر دیں۔

پھر بقاع کے علاقہ میں فعالیت شروع کی گئی تو میں وہاں پر عقیدتی تعلیم کا مسئول تھا۔ چند مہینے یہ مسئولیت میرے ذمہ رہی۔ اس کے بعد بقاع کے علاقہ میں مجاہدین کا مسئول بن گیا۔ اس تنظیمی ڈھانچہ میں ہر منطقہ کے اندر ایک مسئول تھا اور بقاع کے علاقہ میں سب سے پہلا مسئول میں تھا۔ چند سال اسی عہدہ پر باقی رہا۔ مختصر مدت کے لیے بعلبک اور کچھ عرصہ نبی شیث میں امام جمعہ کے فرائض انجام دیے۔

بیروت واپسی:

میں 1985 میں بیروت آیا اور وہاں کے مسئول سید ابراہیم الامین کا معاون بن گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بیروت کے علاقے میں عسکری مسئول بھی تھا۔ تقریباً ایک سال بعد بیروت کا مسئول بن گیا۔ 1988 میں حزب اللہ کی مرکزی کمیٹی کا رکن اور اجرائی مسئول بن گیا۔ تمام علاقے اور شعبہ جات میرے ماتحت تھے۔ کمیٹی فیصلہ کرتی اور میں ان فیصلہ جات کو عملی کرواتا تھا۔

دوبارہ قم کا سفر:

1989 سے 1990 کے آغاز تک یہ مسئولیت میرے پاس تھی۔ اسی سال میں نے قم واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے حضرت آیت اللہ خامنہ ای سے اجازت مانگی اور انہوں نے قم جانے کی اجازت دے دی۔ اس وقت رہبر معظم نے اپنے ہاتھ سے خط تحریر فرمایا اور مجھے ایران میں حزب اللہ کا نمائندہ بننے کی پیشکش کی۔ میں قم گیا اور وہاں پر پڑھائی شروع کر دی۔ میں تہران میں حزب اللہ کا نمائندہ بھی تھا اور ایران میں تنظیمی امور انجام دیتا تھا۔

تقریباً ایک سال قم اور تہران آتا جاتا رہا۔ کچھ مہینے پڑھائی میں گزارے۔ سید محمود ہاشمی، سید کاظم حائری اور شیخ فاضل لنکرانی کے دروس میں شرکت کی لیکن یہ میری بدبختی ہے کہ اسی سال حزب امل اور حزب اللہ کے درمیان دوبارہ جنگ شروع ہوگئی۔ شرائط بہت سخت تھیں لہذا اکثر وقت تہران میں گزارنے کو ترجیح دی تاکہ مسائل کو حل اور بعض امور کو سلجھا سکیں۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

لبنان واپسی:

1989 میں سید عباس تہران میں آئے جبکہ اس وقت صبحی طفیلی (12) حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ حزب اللہ میں بعض افراد کے درمیان آپس میں اختلافات بن چکے تھے۔ سید عباس اس لیے آئے تھے کہ مجھے واپس لے جائیں۔ انہوں نے واپس لبنان آنے پر بہت اصرار کیا۔ انہوں نے رہبر معظم سے بھی بات چیت کی اور انہیں بتایا کہ میرا لبنان میں پلٹ کے جانا کتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ حزب اللہ میں بہت بڑی مشکل بن چکی تھی۔ رہبر معظم اس حق میں تھے کہ میں قم میں رہوں۔ بعض اتفاقات اور سید عباس کے اصرار پر رہبر معظم نے فرمایا کہ "سید حسن خود اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں"۔ سید عباس کا اصرار تھا کہ میں حوزہ علمیہ قم کو ترک کر دوں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہوا تھا کہ درجہ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے لبنان پلٹ کے نہیں جاؤں گا۔

لیکن بالآخر لبنان پلٹ گیا اور مختصر مدت کے لیے بیروت میں رہا۔ پھر جنوب کے علاقہ اقلیم التفاح میں گیا جہاں کی صورت حال بہت بری تھی۔ حزب اللہ اور حزب امل کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑک چکے تھے۔ اقلیم التفاح میں حزب امل کے محاصرہ میں آ گئے۔ یہ محاصرہ پندرہ دن طول پکڑ گیا۔ محاصرے کے سولہویں دن ہمارے اور حزب امل کے درمیان صلح ہو گئی اور میں واپس بیروت پلٹ آیا۔

میرے بھائی حسین:

میرے چھوٹے بھائی سید حسین ضاحیہ کے شیاح نامی گاؤں میں کچھ عرصہ حزب امل کے عسکری مسئول رہے۔ حزب امل کے افراد اسے مستعار نام، جہاد الحسینی،، سے پکارتے تھے۔ ضاحیہ کے جنوب میں امل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ میں شدید زخمی ہو گئے۔ قریب تھا کہ جان کی بازی ہار جائیں لیکن خداوند متعال نے انہیں شفا دی۔ وہ زخمی ہونے کے زمانہ سے لے کر اب تک خانہ نشین ہیں اور ان کے پاس کوئی ذمہ داری اور مسئولیت نہیں۔

ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ حزب امل میں حزب اللہ کے ساتھ جنگ کر رہا تھا اور میں حزب اللہ میں مسئول تھا تو اس وقت بھی ہمارا آپس میں بھائیوں والا رابطہ تھا۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

جنگ کے دنوں میں بھی وہ مجھ سے محبت اور احترام کرتے تھے لیکن میں ان کے عقیدے اور باور کو تبدیل نہ کرسکا۔ وہ زخمی ہونے سے پہلے حزب امل کے بارے میں متعصب تھے لیکن زخمی ہونے کے بعد اور آخری چند سالوں میں دین کی طرف مائل ہو گئے ہیں یعنی نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور ان کے گھر والے بھی باپردہ ہیں۔ اب ہمارا آپس میں بہت اچھا رابطہ ہے۔

ذمہ داری:

جب میں حزب اللہ کا اجرائی مسئول تھا تو شیخ نعیم قاسم (13) میرے معاون تھے۔ میرے قم جانے کے بعد وہ اجرائی مسئول بن گئے۔ (قم سے واپسی پہ اقلیم التفاح میں گئے) میرے اقلیم التفاح سے واپس آنے کے بعد محسوس کیا کہ اب اقلیم التفاح میں صورتحال بہتر ہو چکی ہے تو ہمارے گروہ نے حزب اللہ میں ایک سال کے لیے جہادی کام کی سرپرستی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ شوریٰ کی قانونی مدت ختم ہو گئی اور حزب اللہ کے مقررہ انتخابات کا وقت آ گیا۔ 1991 کے آغاز میں حزب اللہ کے جنرل سیکریٹری شیخ صبحی طفیلی تھے۔ میں، سید عباس موسوی، شیخ حسین کورانی اور نعیم قاسم شوریٰ کے ارکان تھے۔ نئے انتخابات میں سید عباس موسوی جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔

میں دوبارہ اجرائی مسئول اور شیخ نعیم قاسم جنرل سیکرٹری کے معاون بن گئے۔ سید عباس نے نئے سرے سے کام کا آغاز کیا اور میں سید عباس کی شہادت تک اجرائی امور کا مسئول تھا۔

حزب اللہ کا سیکرٹری جنرل:

جب سید عباس شہید ہوئے تو ہم سب نے بیروت میں تشییع جنازہ کے مراسم ادا کیے۔ پھر سید عباس اور ان کے گھر والوں کے جسد خاکی بعلبک لے گئے اور وہاں پر بھی تشییع کی۔ نبی شیث جانے سے پہلے دو دن تک بعلبک میں ٹھہرے۔ شہید سید عباس کو دفن کرنے سے ایک رات پہلے حزب اللہ کی اجرائی شوریٰ نے میٹنگ رکھی جس میں بحث اور بات چیت ہوئی۔ یہ بہت اہم اور خصوصی میٹنگ تھی۔ ہماری ایک خاص روحی حالت تھی اور سب رو رہے تھے۔ ہم لوگوں کے سامنے رونے سے پرہیز کرتے اور نہیں روتے تھے لیکن جب ہم نے میٹنگ رکھی تو ہم کئی گھنٹے تک گریہ وزاری کی حالت میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

انجام پاتے رہے ہیں۔

جب رہبر معظم نے مرجعیت کی ذمہ داری قبول کی تو انہوں نے مجھ اور شیخ یزبک پہ شفقت، مہربانی کی اور لبنان میں ہمیں نمائندہ عام بنا دیا۔ انہوں نے لبنان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ میں بیروت اور جبل امل میں جبکہ شیخ یزبک بقاع اور شمال میں ان کے وکیل تھے۔ لبنان میں ہر فرد میری یا شیخ یزبک کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

میدان جنگ:

بعض اوقات میں براہ راست اسرائیل کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا ہوں۔ البتہ اس صورت میں نہیں کہ ہاتھ میں کلاشنکوف پکڑ کر دشمن پہ فائرنگ کروں لیکن ضاحیہ کے علاقوں، اقلیم التفاح یا دوسرے مناطق میں آپریشنل روم سے براہ راست ہدایات دی ہیں۔ ایک بار چھ ماہ کے قریب دوستوں کے ساتھ محاصرے میں گزارے۔

ایک بار جب وہ عمارت محاصرہ میں آئی جس میں ہم سکونت پذیر تھے تو میزائل ساتھ والے کمروں پہ لگتے رہے لیکن ہمارے کمرے کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ جو کچھ ہمارے اردگرد تھا میزائلوں کی وجہ سے انہیں نقصان پہنچ رہا تھا۔ لیکن میں جس کمرے میں تھا صرف اس کے شیشے ٹوٹے اور دیوار کے کچھ حصے گرے جبکہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

بارود بھری گاڑی:

1989 میں ہم بعلبک کے روڈ سے گزر رہے تھے۔ سید عباس موسوی، شیخ صبحی طفیلی، سید ابراہیم امین بھی تھے۔ گاڑیاں ایک دوسرے سے فاصلہ پر چل رہی تھیں۔ سڑک کے کنارے بارود بھری گاڑی ہمارے انتظار میں تھی۔ جب ہمارے قافلے کی پہلی گاڑی وہاں پہنچی تو بارود بھری گاڑی کا بلاسٹ کر دیا گیا۔ دہشت گردی کی اس کاروائی میں صرف وہ برادران معمولی زخمی ہوئے جو پہلی گاڑی میں تھے اور ہم میں سے کسی ایک کو بھی نقصان نہ پہنچا۔

چند سال پہلے اسرائیلی فوج کے دو ہیلی کاپٹر آپس ٹکرا کر فضا میں ہی تباہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ہیلی کاپٹروں کا ہدف ہمیں نشانہ بنانا یا اغوا کرنا تھا جبکہ میں اس بارے میں مطمئن نہیں ہوں کیونکہ میں بیروت میں تھا اور یہ ہیلی کاپٹر فلسطینی حدود کے اندر آپس میں ٹکرائے۔ یہ ہیلی کاپٹر بڑے سائز کے ہیں اور ان میں زیادہ افراد کو سوار کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ یہ بات بعید ہے کہ وہ اس سنگینی کے ساتھ جنوب لبنان سے بیروت آئیں۔ اس بناء پر ان کا ہدف بیروت نہیں بلکہ جنوب یا بقاع میں کوئی نقطہ ہو سکتا ہے۔

دہشت گردی کی اس کاروائی کا منصوبہ اسرائیل نے بنایا اور وہ اسے عملی کرنا چاہتے تھے لیکن اسرائیلی کمانڈوز جنہوں نے اس کاروائی کو انجام دینا تھا ان سے آخری لحظات میں ایک گولہ پھٹ گیا اور سب مارے گئے۔ اس طرح ان کی یہ کاروائی ناکام ہوگئی۔ یہ وہ بات ہے جو مجھے معلوم ہے اور جو ہم نہیں جانتے خداوند متعال اس سے زیادہ آگاہ ہے۔

امام خمینی سے آشنائی:

لبنان میں امام خمینی ایک معروف شخصیت نہیں تھے۔ دوسرے مراجع مثلاً سید حکیم، سید خوئی، سید شاہرودی اور سید صدر کا نام مشہور تھا۔ 1976 میں نجف میں آنے کے چند ہفتے بعد پہلی بار امام خمینی کے نام سے آشنا ہوا۔ میں نے اس دن تک امام خمینی کا نام نہیں سنا ہوا تھا۔

نجف پہنچنے کے بعد مراجع سے آشنا ہونا چاہتا تھا۔ کبھی کبھار ان کے گھروں میں چکر لگاتا تھا۔ اس وقت امام جس علاقہ میں تھے اسے "براقی" کہتے تھے۔ انہیں وہیں پر ان کے گھر پہ دیکھا۔ وہاں بیٹھے اور چائے پی۔ امام کے گھر میرا آنا جانا زیادہ نہیں تھا۔ صرف امتحان دینے کے لیے سال میں دو بار گیا۔ وہ شہریہ دینے کے لیے بھی خصوصی امتحان لیتے تھے۔ درحقیقت امتحان لیے بغیر کچھ نہیں دیتے تھے۔ میں بھی دو بار امتحان دینے گیا۔ میرے خیال میں اس وقت امتحانات کے مسئول سید جعفر کریمی تھے۔

اس کے بعد ایک بار امام کو حرم جاتے دیکھا۔ اس کے علاوہ شہید مصطفیٰ خمینی کی شہادت کے بعد مسجد "الخذرہ" سے باہر امیر المومنین کے حرم میں اور پھر ایک بار نہی کے گھر دیکھا۔ نجف میں لبنانی، ایرانیوں کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتے تھے۔ ہم امام خمینی کو صرف اس عنوان سے جانتے تھے کہ وہ نجف کے مراجع میں سے ایک مرجع ہیں۔ امام خمینی کے دروس بھی فارسی زبان میں ہوتے تھے۔ لبنانی طالب علم ان کی کلاسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ نجف کا ماحول امام خمینی اور شہید باقر صدر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

امام خمینی کو کیمونسٹ اور شہید باقر صدر کو سنی کہتے تھے۔ ہمارے تمام اساتذہ لبنانی
کے خلاف تھا۔ مخالفین
اور سید باقر صدر کے شاگردوں میں سے تھے۔ اس لحاظ سے ہمارا اصلی رابطہ سید صدر کے ساتھ تھا۔
نجف میں ہم امام خمینی یا ان کے کسی ایک شاگرد سے بھی آشنا نہ ہوئے۔
قم میں رہنے والے بعض لبنانی امام خمینی کو جانتے تھے۔ البتہ ان افراد کی لبنان میں کوئی زیادہ
فعالیت نہیں تھی کہ عوام کو امام خمینی کا تعارف کروا سکیں۔ جب وہ پیرس چلے گئے تو میڈیا، علماء اور حوزہ
کے توسط سے کسی حد تک ان سے آشنائی ہوئی۔

امام خمینی ہمارے رہبر:

میں امام خمینیؒ کو ایک مرجع تقلید یا حوزہ علمیہ کا بانی ہونے کے عنوان سے پہلے رہبر انقلاب کے
عنوان سے پہچانتا تھا۔ یہ بات ہمارے رشد و تربیت اور سیاسی و انقلابی موضوعات پہ توجہ کی بدولت تھی۔
جب میں نے پہلی بار امام خمینی کی تصویر دیکھی تو اسی وقت میں نے ان کی صورتحال بھی دیکھ لی۔ امام خمینیؒ
سے دل لگی ہوگئی اور وہ ہمارے لیے سب کچھ بن گئے۔

یہاں پہ ایک اہم نکتہ بیان کروں کہ وہ لبنانی جنہوں نے شہید صدر سے پڑھا اور ان سے متاثر
تھے بعد میں انہی افراد نے سب سے زیادہ امام خمینی کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار کیا۔ جبکہ دوسرے
لبنانیوں کو ان کے برعکس وقت کی ضرورت تھی۔ سید صدر سے متاثر افراد بہت جلد امام کے یار اور عاشق
بن کر ایران میں امام خمینی اور انقلاب کے ہمراہ ہوگئے۔

انقلاب کے چند ماہ بعد سید صدر شہید ہوگئے۔ اس وقت تک مرجع تقلید کا موضوع ہمارے لیے
واضح اور روشن نہیں تھا۔ ہم عموماً سید صدر کے مقلد تھے اور بعد میں سید خوئی کی تقلید کر لی یہاں تک کہ
1982 میں {جس سال مجھے تہران میں گرفتار کیا گیا} ایران گیا اور تین ماہ قم میں رہا۔ میں نے قرائن و
شواہد اور دلائل اکٹھے کیے اور لبنان پلٹ گیا۔ وہاں پر سید عباس، شیخ یزبک اور دوسرے دوستوں سے
بات چیت کی نیز وہ افراد بھی موجود تھے جو محمود ہاشمی کی رائے کا زیادہ احترام کرتے تھے۔ میں نے امام
کے بارے مجموعی آراء بیان کیں۔ اس کے نتیجے میں وہ سب افراد جو سید صدر کی تقلید کرتے تھے وہ امام
خمینی کے مقلد بن گئے اور وسیع پیمانے پر ان کی تقلید کی گئی۔ اسی سال لبنان پر اسرائیلی حملہ کے بعد

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

لبنانیوں اور امام کے درمیان ایک محکم اور استوار رابطے کا آغاز ہو گیا۔

امام کے نجف سے نکلنے اور پیرس جانے کے بعد لبنان کے ہر گھر میں امام کی تصویر پہنچ گئی گویا خداوند متعال کی غیبی طاقت نے اس فضا اور ماحول کو تبدیل کر دیا ہو۔ میں نے امام خمینی کی سب سے پہلی کتاب ''حکومت اسلامی'' کا مطالعہ کیا جو عربی زبان میں چھپ چکی تھی۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد پہلی بار انہیں حسینیہ جماران میں دیکھا۔ 1982 میں مستضعفین کے عالمی دن اور پندرہ شعبان کی رات لبنان کی ایک کمیٹی امام خمینی سے ملنے ایران میں آئی۔ میں نے بھی اسی کمیٹی اور مہمانوں کے ساتھ پروگرام میں شرکت کی۔

کچھ عرصہ پہلے یونیورسٹی کے طالب علموں کے ساتھ ملاقات میں ایک نے سوال پوچھا کہ ''فنا فی اللہ کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ'' مجھے معلوم نہیں کہ فنا فی اللہ کیا ہے لیکن میں آپ کے لیے تشبیہ بیان کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی اتفاق یا حادثہ پیش آئے اور آپ خود کو، حواس، احساسات اور جو کچھ آپ کے اطراف میں ہو ان سب کو فراموش کر دیں اور جو چیز آپ کے سامنے ہو اس کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہوں۔ میرے خیال میں یہ وہی فنا ہے۔ لیکن فنا فی اللہ جس صورت میں بھی ہو مجھے یہ پتا ہے کہ فنا یہی ہے''۔ پھر میں نے حسینیہ جماران کا واقعہ نقل کیا کہ جب امام خمینی تشریف لائے تو ہم جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ گھٹن کی حالت میں تھے۔ ہماری جگہ بہت تنگ تھی۔ امام نے آدھ گھنٹہ سے زیادہ گفتگو کی۔ جب امام موجود تھے تو مجھے اس دوران کسی چیز کا احساس نہ ہوا۔ جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے جسم یا روح وغیرہ پر گھٹن کا اصلاً احساس نہ ہوا۔ مجھے اس بات میں بھی شک ہے کہ میں نے پلک جھپکی ہو۔ مجھے ڈر تھا کہ اس لحظے امام کا چہرہ دیکھنے سے محروم نہ رہ جاؤں۔ میں امام کی ذات میں محو ہو چکا تھا۔

امام سے دوسری ملاقات 1986 میں حزب اللہ کی شوریٰ کے ساتھ ہوئی۔ اس ملاقات کی تفصیل اور امام خمینی سے ہونے والی بات چیت ''صحیفہ امام'' میں موجود ہے۔ ہم سب جماران میں امام خمینی کے ذاتی کمرے میں تھے۔ سب برادران نے سر جھکائے ہوئے اور ہم میں امام کی طرف نگاہ کرنے کی جرات نہ تھی۔ ہم نگاہیں چرا رہے تھے۔ جب امام کسی اور کی طرف متوجہ ہوتے تو ہم ان کی طرف نگاہ کرتے۔ اس میٹنگ میں سید عباس، شیخ صبحی اور سید ابوہشام بھی موجود تھے۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

امام خمینیؒ نے اس وقت ہم سے مربوط امور آیت اللہ خامنہ ای {جو اس وقت صدر تھے} کے سپرد کر دیے اور طبعاً وہ ہمارے مسائل اور کاموں کی جزئیات میں دخل نہیں دیتے تھے۔

امام خمینیؒ سے میری تیسری ملاقات تنہائی میں اور ان کی وفات سے چند ماہ پہلے ہوئی۔ وہاں پر صرف میں اور امام خمینی تھے۔ یہاں تک کہ مرحوم سید احمد خمینی بھی کمرے میں موجود نہیں تھے۔ اس دن کا حال بیان کرنا اصلاً قابل بیان نہیں۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا اور خود کو امام خمینی کے ساتھ تنہا پایا تو حیران ہو گیا۔ اس ملاقات کی وجہ حزب امل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ تھی۔

ایرانی ذمہ داران دوسرے بہت سے مسائل اور مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے اور مطلوبہ صورت میں ہمارے کاموں کی دیکھ بھال نہیں کر پا رہے تھے۔ ہم اسی بات سے گلہ مند تھے۔ امام خمینی کے دفتر میں سید احمد خمینی اور شیخ حسن رحیمیان سے میرا بہت اچھا رابطہ تھا لیکن رسمی طریقے اور وزارت امور خارجہ کے ذریعے ملاقات کا وقت لیا گیا۔ میں اس وقت حزب اللہ کا اجرائی مسئول اور شوریٰ عالی کا رکن تھا۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے میں خود امام خمینی کی خدمت میں عرض کروں گا۔ امام خمینی حزب اللہ کے ساتھ جو لطف و محبت کرتے تھے اسی بناء پر انہوں نے ملاقات کا وقت دے دیا۔ جب دروازہ کھلا تو میں کمرے میں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر امام خمینی کے ہاتھوں پہ بوسہ دیا۔ میں نے جو رپورٹ لکھی ہوئی تھی وہ ان کے ہاتھوں میں تھمائی اور زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ سٹول پہ اور میں ان سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ کوئی اور کمرے میں داخل نہیں ہوا تو میں بہت حیران ہو گیا۔ یہ میٹنگ بہت خاص تھی۔ میں صرف فارسی سمجھ سکتا تھا جبکہ بول نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”بات شروع کریں“۔ میں نے بات شروع کی جبکہ میری آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں آہستہ بول رہا تھا اور ان سے کچھ فاصلے پر بھی تھا۔ وہ مسکرائے اور فارسی میں مجھ سے کہا کہ ”کچھ اونچا بولیں“۔ میں نے جتنا بھی اونچا بولا امام سن نہیں پا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”ادھر میرے نزدیک آ کر بیٹھیں“۔

میں تقریباً ان کے پاؤں کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور بات کرنی شروع کر دی۔ میں نے بیس منٹ اپنی صورت حال، مشکلات، امل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ اور دوسرے مسائل بیان کئے۔ انہوں

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نے مجھ سے پوچھا کہ ''جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے کیا یہ اسی رپورٹ کا خلاصہ ہے''؟ میں نے کہا ''جی ہاں''۔ انہوں نے کہا کہ ''میں اس رپورٹ کو پڑھوں اور عمل درآمد کراؤں گا''۔ پھر انہوں نے ہمیں تقویٰ اور صبر کی نصیحت کی۔

مجھے وہ الفاظ یاد نہیں کہ امام نے مجھ سے کیا کہا ۔ میں حیرت زدہ ہو چکا تھا اور اچھی طرح بات نہ سمجھ سکا لیکن مجموعی طور پر ان کی بات سمجھ لی۔ یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے کہا ''میں ذمہ داران کو تاکید کروں گا کہ وہ آپ پہ توجہ کریں۔ ہم ہرگز تمہیں ترک نہیں کریں گے''۔ اس جملہ سے زیادہ میرے لیے کوئی اہم بات نہیں تھی۔

یہ ملاقات کہیں بھی ریکارڈ نہیں ہوئی۔ جب میں باہر آیا تو دفتر میں موجود یا اس سے باہر دوستوں کو ساری بتائی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بھی اسی ہفتہ اس انتظار میں ہیں کہ امام کوئی {خاص} بات کریں۔ اس دور میں حسین علی منتظری بھی ایک مشکل بنے ہوئے تھے۔ امام نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ''اسلام اور حزب اللہ کا دفاع اسلامی جمہوریہ کی سیاست اور ایسا اصول ہے جس پر خدشہ وارد نہیں کیا جا سکتا''۔

میری امام خمینی کے ساتھ آمنے سامنے اور براہ راست یہ آخری ملاقات تھی۔ مجھے یہ توفیق حاصل تھی کہ جب بھی ایران جاتا تو امام خمینی کے دفتر میں بعض افراد کے ساتھ دوستی کی وجہ سے ان کے دیدار کا موقع مل جاتا۔ اس دن امام خمینی نے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھا اور میں جو کچھ بھی کہتا رہا وہ سنتے رہے۔ دراصل یہ ایک کلی مسئلہ تھا یعنی حزب اللہ کی حمایت کے لیے امام کی جانب سے تاکید کی ضرورت تھی کیونکہ ایرانی مسئولین حزب اللہ کی بڑی سطح پر پشت پناہی اور حمایت کے لیے صحیح طور پر آمادگی نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کہ لبنان میں خونریزی شیعوں کے درمیان تھی اور امام کی طرف سے وظیفے کا معین ہونا ضروری تھا۔

رہبر معظم کے ساتھ ملاقات:

1986 میں چند افراد کے ساتھ حزب اللہ کی مرکزی شوریٰ کی صورت میں ایران گئے اور پہلی بار رہبر معظم کو دیکھا جب وہ صدر تھے۔ اس محفل میں براہ راست ملاقات نہیں تھی۔ بعد میں جب حزب اللہ کی شوریٰ کا رکن بنا تو رہبر معظم کے ساتھ قریبی رابطہ بن گیا۔ جب شوریٰ کے اراکین کی صورت میں

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ایران جاتے تو ہمیشہ رہبر معظم، جناب ہاشمی رفسنجانی اور دوسرے مسئولین سے ملاقات کرتے۔ لیکن اگر کوئی فوری اور خاص موضوع ہوتا تو اکیلا جاتا تھا۔ برادران مجھے اکیلا بھیجتے اور میں رہبر معظم کے دورہ صدارت میں اکیلے ان سے ملتا۔ جب شوریٰ کے ساتھ جاتے تو دو یا تین گھنٹے ان کے پاس ٹھہرتے۔ ایک ملاقات کے دوران میں اکیلا ایک گھنٹہ ان کی خدمت میں رہا۔

رہبر معظم حزب اللہ پہ بہت توجہ رکھتے اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ افراد کو اچھی طرح اور ان کے نام سے پہچانتے ہیں۔ ان کی صورت حال، مشکلات، اور مثبت و منفی نکات سے آگاہ ہیں۔ وہ سب چیزوں سے آگاہ ہیں اور نزدیک سے مسائل کی پوچھ گچھ کرتے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ صدر کے طور پر نہیں بلکہ امام خمینی کی طرف سے لبنان کا مسئول ہونے کی بناء پر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ مسائل میں ہم ہاشمی رفسنجانی کی طرف رجوع کرتے تو وہ جواب نہیں دیتے اور کہتے تھے کہ،، آپ کے لیے ضروری ہے کہ سید علی خامنہ ای سے مطالبہ کریں، ہم رہبر معظم کی خدمت میں جاتے اور اپنی ضروریات بیان کرتے تھے۔

امام خمینی کی وفات:

بیروت میں ہمارے اجتماعات کی جگہ مسجد امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے ایک گھر تھا۔ میڈیا سے امام خمینی کے بیمار ہونے کی خبریں نشر ہو رہی تھی۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے ان کا آپریشن ہو چکا تھا۔ لبنان میں ہم اور باقی مومنین مطمئن تھے کہ امام زمانہ عج کے ظہور سے پہلے امام خمینی فوت نہیں ہوں گے۔ ہمیں اس بات پہ محکم اعتقاد اور ایمان تھا کہ حضرت صاحب الزمان کے ظہور تک امام خمینی زندہ رہیں گے۔ اسی وجہ سے جب کہا گیا کہ امام خمینی کا آپریشن ہوا ہے تو ہم پریشان نہ ہوئے۔ یہاں تک کی ریڈیو تہران سے یہ اعلان کیا گیا کہ تمام مومنین سے گزارش ہے کہ امام خمینی کی صحت و سلامتی کے لیے دعا کریں۔ اس وقت ہم پریشان ہو گئے اور سب مسجد امام رضا میں جمع ہوئے۔ گرد و نواح کے علاقوں میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مومنین کو مساجد میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ لوگ جمع ہو گئے اور ہم آدھی رات تک گریہ، توسل، اور دعا میں مشغول رہے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اپنے گھروں میں چلے جائیں۔ ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور سو گئے۔ چند گھنٹے گزرنے کے بعد ریڈیو تہران نے امام خمینی کی وفات کا اعلان کیا۔ سید سامی خدرہ اپنے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

گھر جاتے ہوئے میرے پاس آیا۔اس نے مجھے بیدار کیا اور کہا "میں آپ کو ایک بری خبر دینا چاہتا ہوں"۔میں نے اس سے کہا تم نہ بتاؤ میں خود سمجھ گیا ہوں"۔یہ ہمارے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔لبنان میں شیعہ اور دوسرے مسلمان بھی بہت غمگین تھے یہاں تک کہ بے حجاب خواتین اور غیر دیندار افراد بھی سڑکوں پر رو رہے تھے۔روزمرہ کی زندگی معطل ہو چکی تھی۔تہران میں امام کی تشیع کے ساتھ یکجہتی کا اعلان کرنے کے لیے بہت بڑے دستے سڑکوں پہ نکل آئے۔

ہم بہت پریشان تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں اب کیا کچھ ہوگا۔جب ہم نے رہبر معظم کے منتخب ہونے کی خبر سنی تو ہمارا غم ہلکا ہو گیا۔مومنین کے دلوں کو اطمینان اور آرام مل گیا۔ان کے دکھ اور غم میں کمی آ گئی اور وہ آسودہ ہو گئے۔

ہمیں یہ خطرہ نہیں تھا کہ امام کی وفات کے بعد حزب اللہ پر حملہ ہو جائے گا بلکہ ہمیں ایران اور امت مسلمہ کے لیے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

لبنان پہ اسرائیل کا حملہ:

5 مئی 1982 میں اسرائیلی فورسز نے لبنان پہ حملہ کیا اور جنوب، مغربی بقاع اور اس کے اطراف میں پہاڑی سلسلے میں داخل ہو گئے۔اس وقت اعلانیہ طور پر شیعوں کی سب سے بڑی اور مضبوط تنظیم حزب امل تھی۔جس کی مسئولیت نبیہ بری(14) کے پاس تھی اور وہ آج بھی اسی عہدہ پہ باقی ہیں۔وہ اس وقت حزب امل کے مسئول نہیں بلکہ حزب امل کی شورائی رہبری کے سربراہ تھے۔رہبری کی اس شوریٰ میں دیندار افراد مثلاً سید ابو ھشام موسوی بھی موجود تھے جو سربراہ کے معاون اور اجرائی کمیٹی کے مسئول تھے۔ان کے علاوہ حسین خلیل(15)، علی عمار اور باقی افراد بھی موجود تھے۔سیاسی دفتر میں بھی دیندار افراد موجود تھے البتہ ان کی تعداد زیادہ نہ تھی۔میں خود ان میں سے ایک تھا۔یہ سب لوگ پریشان تھے۔

حزب امل سے جدائی:

جب اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا تو تشیع جنگ کے لیے آمادہ نہیں تھی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

1982 میں اسرائیلی حملے سے پہلے لبنان میں قومی احزاب اور فلسطینی گروہوں کے ہاتھوں شیعہ مظلوم تھے اور انھوں نے شیعوں پہ بہت ظلم وستم روار کھے ہوئے تھے۔اس بناء پر شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ جو انہیں فلسطینیوں کے ظلم سے نجات دے سکتا ہے وہ صرف اسرائیل ہے۔افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض علاقوں میں شیعوں نے قابض اسرائیلی ٹینکوں کا استقبال کیا اوران پر پھول اور چاول برسائے۔یہ کام اس بات کو آشکار کرتا ہے کہ فلسطینی تنظیموں کی طرف سے شیعوں پر کس حد تک ظلم وستم روا رکھا گیا تھا۔اس لیے وہ ہر قیمت پر فلسطینیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔

حزب امل بھی اس صورت حال سے متاثر تھی۔اسی وجہ سے حزب امل نے سنجیدگی کے ساتھ جنوب میں اسرائیل کے ساتھ جنگ نہ کی۔صرف بعض مقامات پر کمزور شکل میں مقاومت کی۔یہاں تک کہ اسرائیلی فوج بیروت پہنچ گئی۔سب سے پہلی اور حقیقی جنگ بیروت شہر میں داخل ہوتے ہوئے اوزاعی نامی علاقہ کے قریب ہوئی۔اس جنگ کو"جنگ خلدہ" (16) کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔اس جنگ میں بعض مومن مجاہدین بھی شہید ہوئے۔یہ حزب امل کے افراد تھے لیکن حزب کے فیصلہ کے خلاف جنگ میں وارد ہوگئے۔اس وقت حزب کے درمیان اختلافات بن گئے اور بہت سارے افراد نے کوشش کی کہ اسرائیل کے حملہ کو صحیح قرار دیں۔کچھ ایسے افراد بھی تھے جو جنگ، مقاومت اور پوری قدرت کے ساتھ اسرائیل کے سامنے کھڑا ہونا چاہتے تھے۔یہ حزب امل میں وہی مومن اور دیندار افراد تھے۔البتہ کچھ ایسے افراد بھی تھے جو اس موضوع کو اتنا سنجیدہ نہیں لینا چاہتے تھے۔

صیہونی "بعبدا" کے علاقے میں پہنچے اور صدارتی محل پہ قبضہ کرلیا۔انہوں نے چاہا کہ لبنانی بزرگان اور قائدین کو اپنے پاس بلائیں۔اس بناء پر، لبنان میں صورت حال بہتر بنانے والی کمیٹی،، کے عنوان سے نبیہ بری، ولید جنبلاط، بشیر جمیل، پیر جمیل اور کامیل شمعون کو ملاقات کے لیے بعبدا میں دعوت دی۔ان سب کا طے تھا کہ اسرائیل کی حمایت میں وہاں پر جمع ہوں۔

حزب امل میں رہبری کی شوریٰ میں موجود دیندار افراد نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ نبیہ بری اس میٹنگ میں جائیں۔انہوں نے اسے علیحدگی کی دھمکی دی لیکن وہ جانے پہ مصر تھا۔بالآخر وہ گیا اور اس کے نتیجے میں یہ لوگ حزب امل سے جدا ہو گئے۔ایک رسمی اطلاع اور پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

گیا کہ سید ابو ہشام موسوی اور حزب امل میں دیندار افراد کے ایک بڑے گروہ { جو اکثر بیروت، بقاع اور کچھ جنوب میں سے تھے } نے حزب امل کی حقیقی ہویت کی حفاظت کے لیے اس حزب سے جدائی اور حزب امل اسلامی کی بنیاد رکھی ہے۔

ان برادران کا بقاع میں نفوذ اور مقام تھا۔ اس کی بدولت انہوں نے وہاں کے تنظیمی ڈھانچے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بقاع میں امل کا تنظیمی ڈھانچہ حزب امل اسلامی کے ساتھ مل گیا۔ اس جدائی کے بعد بیروت میں شدید اختلافات بن گئے۔ پورا جنوب دشمن کے چنگل میں تھا اور جدائی کی یہی وجہ تھی۔ اس جدائی کے بعد ہم اور دوسرے بہت سارے برادران نے حزب امل کو ترک کر دیا۔

اس واقعہ کی شرح اور جزئیات سید ابو ہشام مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اس لیے کہ وہ اس ماجرا میں مرکزی کردار ادا کر رہے تھے۔ اگر چہ میں بھی تھا لیکن اس واقعہ کے وسط میں نہیں تھا۔

سپاہ کی آمد:

جب یہ واقعہ رونما ہوا تو اسی زمانہ میں سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی بھی بقاع کے علاقہ میں آئی۔ ہم بقاع میں مضبوط گروہ تھے۔ جو پہلے حزب امل کے تمام مراکز کو اپنے لیے سنٹر اور مرکز کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ میں بقاع کے علاقے میں امل اسلامی کا سیاسی مسئول تھا ''جنتا'' نام کا ٹریننگ سنٹر جو امل کا تھا اور جدائی کے بعد ہمارے ہاتھوں میں تھا۔ ہم نے وہ سپاہ پاسداران کے حوالے کر دیا۔ سپاہ کے افراد جب بعلبک میں آئے تو انہوں نے اپنی فعالیت اور دستوں کی تشکیل کا کام شروع کر دیا۔

حزب اللہ کی تشکیل:

انہی دنوں ایک نیا گروہ تشکیل دینے کے لیے بحث اور چھان بین ہوتی رہی۔ بالآخر انہی ابحاث کے نتیجے میں حزب اللہ کے عنوان سے مومن اور دیندار افراد کا ایک گروہ تشکیل دیا گیا۔ یہ دیندار افراد چند گروہوں میں سے تھے:

پہلا گروہ ایسے افراد پہ مشتمل تھا جو پہلے حزب امل میں اور پھر ان سے جدا ہوئے اور ان کا نام حزب امل اسلامی تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

دوسرا گروہ ایسے مومن اور معتقد افراد کا مجموعہ تھا جو لبنان میں مخفی طور پر "حزب الدعوۃ الاسلامیہ" میں فعالیت کرتے تھے۔ البتہ یہ لوگ حزب الدعوہ کی مرکزیت سے جدا تھے۔ لبنان میں حزب الدعوہ کی تفصیلات شیخ صبحی اور شیخ نعیم قاسم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ وہ حزب الدعوۃ کی شورای رہبری میں تھے۔

تیسرا گروہ بعض علماء پر مشتمل تھا۔ یہ علماء معتبر اور خاص شخصیات کے مالک تھے مثلاً سید عباس موسوی۔ اس میں بعض وہ دیندار افراد بھی شامل ہیں جو ہر قسم کی حزب اور گروہ سے ماوراء تھے۔ یہ گروہ حزب الدعوۃ یا امل میں نہیں بلکہ انجمن، فرہنگی گروہ یا مساجد کی کمیٹیوں کی صورت میں فعالیت کرتا تھا۔ اس میں محمد فنیش یا حسن شامی کا نام لیا جا سکتا ہے۔

ان تینوں گروہوں کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ کام انجام دینے کی نوعیت کے بارے میں ہر طرح کے اختلاف سے چشم پوشی کریں گے۔ ہم میں سے بعض افراد کہتے تھے کہ سپاہ کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے اور جو کچھ ایرانی انجام دیتے ہیں ہم بھی اسی کے مطابق عمل کریں۔ اس وقت دمشق میں ایران کے سفیر سید علی اکبر محتشمی پور تھے۔ انہوں نے اور لبنان میں سپاہ کے کمانڈر نے اس روش کو پسند کیا۔ صورتحال کو بہتر بنانے اور معاملات کو سلجھانے کے لیے آپس میں رابطے کیے گئے۔ آخری فیصلہ یہ ہوا کہ خود لبنانی آپس میں مل کر بیٹھیں اور ایک سند یا معین منصوبہ پر متفق ہوں۔ اس کے بعد ایران جائیں اور اسے مسئولین اور امام خمینی کی خدمت میں پیش کریں اور وہ ان کی ذمہ داری معین کریں۔

تین علماء، تین افراد امل اسلامی اور تین افراد حزب الدعوۃ سے منتخب ہوئے تاکہ میٹنگ بلائیں اور سند کو لکھنا شروع کریں۔ چند ہفتے نشستیں ہوتی رہیں اور کاپی تیار کی گئی۔ بعض افراد کا مشورہ یہ تھا کہ اس ڈھانچے کو "سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی لبنان" کا نام دیا جائے۔ بعض افراد کی یہ رائے تھی کہ حزب اسلامی لبنان کا نام دیا جائے جبکہ آخر میں یہ بھی نہ ہو سکا۔ انہوں نے چار صفحات پر مشتمل اہداف، اصول اور ہماری آراء کو لکھا ہوا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ تہران جانے کے لیے ہر گروہ میں سے تین افراد کا دوبارہ انتخاب ہوا۔ یہ لوگ سید محتشمی اور لبنان میں سپاہ کے کمانڈر کے ساتھ تہران گئے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کی تہران میں کیا ہوا۔ جو برادران گئے تھے وہ جانتے ہیں۔ اگر چہ میں نے ان

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کی زبانی ماجرا سنا ہے۔

امل اسلامی میں سے ابراہیم الامین، حسین خلیل اور حسن عبید، ان کے علاوہ سید عباس موسوی، شیخ محمد مقداد اور محمد یز بک جبکہ حزب الدعوہ میں سے محمد رعد، ہانی یسین اور حسن عبید اللہ تہران گئے۔

پہلی شوریٰ:

تہران میں حزب اللہ کی شوریٰ تشکیل پا چکی تھی اور شوریٰ کا نام رکھنے پہ سب متفق ہو چکے تھے۔ یہ شوریٰ پانچ افراد پہ مشتمل تھی جس کے سربراہ دمشق میں ایران کے سفیر محمد محتشمی تھے۔ ان کے علاوہ لبنان میں سپاہ کے کمانڈر احمد کنعانی اور بیروت میں ایران کے سفیر فخر روحانی بھی اس کا حصہ تھے۔ تین افراد ایرانی اور دو لبنانی تھے۔ لبنانیوں میں سے سید عباس موسوی اور محمد رعد کا انتخاب ہوا۔ میں اس بات کا معتقد ہوں کہ یہ انتخاب دفاعی کونسل کی طرف سے انجام پایا تھا۔ جس میں رہبر معظم، ہاشمی رفسنجانی اور بڑی سطح کے مسئولین نے ان افراد کا انتخاب کیا تھا۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ امام خمینی کا ان ناموں کے انتخاب میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ امام خمینی نے اس موضوع کو ان موجودہ افراد کے سپرد کر دیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ شوریٰ میں یہ افراد ہونے چاہییں۔

اس وقت ان ملاقاتوں کے آغاز میں حزب اللہ کے اندر مشکلات موجود تھیں۔ وہ برادران جو پہلے امل میں تھے وہ زیادہ خوش اور راضی نہیں تھے کیونکہ سید عباس کا تعلق امل سے نہیں تھا اور محمد رعد بھی حزب الدعوہ سے تھے۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ شوریٰ میں ان کا کوئی کردار نہیں اور ان کے حق میں ستم ہوا ہے۔ صبحی طفیلی بھی راضی نہیں تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ سید عباس موسوی اور محمد رعد کی نسبت شوریٰ میں جانے کی زیادہ اہلیت رکھتے ہیں۔

فخر روحانی جو بیروت میں ایرانی سفیر تھے۔ وہ علاقے پہ دشمن کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شوریٰ کی میٹنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں جو مشکلات بنیں تو تہران سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایرانی سفیر کی جگہ شوریٰ کے پانچویں رکن شیخ حسین کورانی ہوں گے نیز شیخ صبحی کا بھی شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے انتخاب کیا جائے۔ بعض لبنانی برادران بھی اس فیصلے میں شریک تھے۔ عملی طور پر حزب اللہ کی پہلی شوریٰ سید محتشمی، لبنان میں سپاہ کے کمانڈر احمد کنعانی، سید عباس موسوی، صبح طفیلی اور محمد رعد کی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

شرکت سے تشکیل پائی۔

شوریٰ نے اس نئے تشکیل شدہ گروہ کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔ تمام عملی اور اجرائی کام سپاہ کے توسط سے انجام پاتے تھے۔ شوریٰ کی ذمہ داری صرف تحقیق، تفکر، منصوبہ بندی اور فیصلہ جات کرنے تھے اور سپاہ کے برادران تمام کاموں کی مدیریت کرتے تھے۔ اس لیے کہ سپاہ کے پاس افرادی قوت، ماہر افراد اور امکانات و سہولیات تھیں۔ میں اس وقت بقاع کے علاقے میں مسئول تھا۔ میں اس وقت شوریٰ کے ساتھ نہیں بلکہ سپاہ کے ساتھ مربوط تھا۔

عسکری گروہ تشکیل دیے گئے۔ اس دور میں تشکیل پانے والے تمام گروہ سپاہ کے کمانڈر کے ماتحت تھے جو خود شوریٰ میں موجود تھے۔ وہ شوریٰ کے احکامات، دستورات اور فیصلہ جات کو مختلف ایرانی اور لبنانی اداروں کے ذریعے اجرا کرتے تھے۔ یہ کام کا پہلا مرحلہ تھا۔ بہر حال یہ شوریٰ دو سال تک باقی رہی۔ ابھی تک جو کچھ بیان کیا ہے وہ پہلی شوریٰ سے مربوط تھا۔

دوسری شوریٰ:

دوسری شوریٰ کی مسئولیت بھی سید محتشمی کے پاس تھی۔ اس شوریٰ میں سید محتشمی اور لبنان میں سپاہ کے کمانڈر جو اس وقت حسین دہقان تھے۔ لبنانیوں میں سے سید عباس موسوی، صبحی طفیلی، نعیم قاسم، سید ابو ہشام موسوی، محمد رعد، محمد فنیش اور حسین شامی (جو حزب اللہ کے اجتماعی امور کے موجودہ مسئول ہیں) تھے۔

اگر صبحی طفیلی کی شمولیت کو پہلی شوریٰ میں حساب کریں تو پہلی شوریٰ کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ دوسری شوریٰ کا دورانیہ دو سال سے کم تھا۔ اس میں پہلی شوریٰ کی طرح اراکین کا تعین بھی تہران سے ہوا۔

تیسری شوریٰ:

تیسری شوریٰ کے اراکین بھی تہران سے منتخب ہوئے۔ شروع میں شوریٰ کی مسئولیت سید محتشمی اور پھر عباس علی اختری کے کندھوں پہ تھی۔ اس وقت سپاہ کا کمانڈر حسین دہقان، پھر برادر مصلح اور ان کے بعد برادر خاکسار تھے جو ترتیب کے ساتھ شوریٰ کے رکن بنے۔ لبنانیوں میں سے چار افراد سید عباس موسوی، صبحی طفیلی، سید ابو ہشام موسوی اور میں بھی شامل تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں تیسری شوریٰ سے اس کا رکن بنا۔ میں اس وقت اجرائی مسئول تھا۔ ہم نے افراد کو منظم کرنے کا کام سپاہ کے ہاتھوں سے لے لیا اور تمام جگہوں پر لبنانی افراد کام میں مصروف ہو گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اس شوریٰ نے کتنا عرصہ کام لیکن میرے خیال میں دو سال پورے کیے۔

چوتھی شوریٰ:

چوتھی شوریٰ امام خمینی کی وفات اور رہبر معظم کی رہبری کے بعد تشکیل پائی۔ برادران نے مشورہ دیا کہ شوریٰ کا انتخاب حزب اللہ کی طرف سے ہونا چاہیے۔ رہبر معظم نے بھی چوتھی شوریٰ کے ساتھ موافقت کی اور شوریٰ کا انتخاب حزب اللہ کی طرف سے انجام پایا۔ انہوں نے مجھے حکم دے کر مامور کیا کہ انتخاب کے اجراء کے لیے لبنان جاوں۔ میں اس سال ایران میں تھا۔ یہ اس سال کی بات ہے جب میں قم گیا تھا۔ رہبر معظم نے میری ذمہ داری لگائی اور کہا کہ، بیروت جائیں اور انتخاباتی عمل کو انجام دیں اور مجھے آکر رپورٹ دیں۔

میں لبنان آیا اور حزب اللہ میں پہلے انتخابات کا انعقاد ہوا۔ چوتھی شوریٰ میں لبنانی اور ایرانی بھی تھے جن میں ایران سے شیخ اختری اور برادر خاکسار تھے۔ ان کے علاوہ سید عباس موسوی، صبحی طفیلی، نعیم قاسم، حسین کورانی، شیخ یزبک، محمد یاغی، محمد رعد، محمد فنیش اور میں شامل تھا۔ مجموعی طور پہ ہم نو افراد لبنانی تھے۔

پانچویں شوریٰ اور شیخ صبحی کی علیحدگی:

پانچویں شوریٰ میں جنرل سیکرٹری کو منتخب کرنے کا مسئلہ پیش آیا۔ اس وقت سپاہ کا کمانڈر کسی معین اور محدود مسئلہ میں رائے دینے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ دس اراکین میں سے پانچ نے سید عباس موسوی اور پانچ افراد نے شیخ صبحی کو رائے دی۔ دوبارہ انتخاب کروائے گئے پھر بھی پانچ پانچ آراء تھیں۔ تیسری بار ووٹنگ ہوئی لیکن نتیجہ وہی رہا۔ شوریٰ کے مسئول شیخ اختری نے کہا کہ "اگر ایسا کرتے رہے تو صبح تک پانچ پانچ آراء ہی باقی رہیں گی"۔ قرآن مجید سے فال نکالی اور اس طرح صبحی طفیلی حزب اللہ کے پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

ڈیڑھ سال کے بعد حزب اللہ کا دوسرا الیکشن ہوا اور شوریٰ کا انتخاب ہوا۔ لبنانیوں میں سے اس

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

شوریٰ میں عباس موسوی، صبحی طفیلی، نعیم قاسم، محمد یزبک، حسین خلیل، محمد یاغی اور میں تھا۔ سید عباس جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور شہادت تک اسی عہدہ پہ تھے۔

شوریٰ کے چھ اراکین لبنانی تھے۔ شوریٰ کی مدت ختم ہونے سے کچھ عرصہ پہلے لبنان میں پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے اور حزب اللہ نے شرکت کی۔ صبحی طفیلی انتخابات میں شریک ہونے کے مخالف تھے۔ انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور شوریٰ کی مدت ختم ہونے سے پہلے اسے ترک کر دیا۔

شیخ صبحی کا شوریٰ سے جدا ہونے کی ظاہری دلیل، پارلیمنٹ کے انتخابات اور اس میں حصہ لینے پہ ہمارا اختلاف تھا۔ ہم نے میٹنگ بلائی جس میں قدیمی اراکین، موجود اراکین اور سابقہ شوریٰ کے افراد بھی موجود تھے۔ یہ مجموعی طور پر بارہ افراد بنتے تھے۔ ہم نے مل کر انتخابات میں حصہ لینے پر غور و فکر کیا۔ اس میٹنگ میں صبحی طفیلی اور حسین کورانی نے مخالف رائے دی۔ میں نے ممتنع ہونے کی رائے دی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں حصہ لینے میں مثبت اور منفی نقاط دیکھ رہا تھا۔ نو افراد یعنی اکثریت نے صرف موافق ہونے کی نہیں بلکہ انتخاب میں حصہ لینے پر تاکید کی۔ جب میں نے موافق دوستوں کا اجماع دیکھا تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔

ہم نے صبحی طفیلی اور شیخ حسین کورانی کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی تا کہ وہ مخالفت اور اصرار سے ہاتھ اٹھا لیں لیکن ہماری کوشش کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ اپنی رائے کو اجراء کرنے پر مصر تھے۔ اس بناء پر یہ طے ہوا کہ اس بارے میں فیصلہ رہبر معظم پر چھوڑ دیں۔ رہبر معظم کی رائے تھی کہ الیکشن میں حصہ لیا جائے۔ جب ہم نے دوبارہ میٹنگ بلائی اور ان کی رائے کے مطابق شرکت کا فیصلہ کیا اور ہم نے اعلان کیا کہ لبنان کے پارلیمانی انتخابات میں شریک ہوں گے تو شیخ طفیلی نے شوریٰ سے استعفیٰ دے دیا۔

حزب اللہ کی تشکیل کے آغاز سے ہمارا یہ فیصلہ تھا کہ ہم نے جو کچھ ولی امر مسلمین سے کہا اور اگر وہ اجازت دیں یا کسی کام کا حکم دیں تو اسے حتماً انجام دیں گے۔ البتہ شیخ صبحی کے پاس اپنے دلائل تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ "رہبرِ معظم نے یہ کام ہمارے لیے ضروری قرار نہیں دیا صرف ہمیں انتخابات میں شریک ہونے کی اجازت دی ہے۔ جب شوریٰ نے شرکت کا فیصلہ کیا ہے اور میں مخالف ہوں تو شوریٰ سے نکل جاتا ہوں"۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ان کی یہ وضاحت قائل کر سکتی تھی لیکن مشکل یہ تھی شیخ صبحی نے مخالفت نہ کی بلکہ شرکت کے حرام ہونے کی بات کی۔ وہ اسی وقت شوریٰ سے نکل گئے اور منبر سے ہمارے فیصلہ جات اور سیاسی آراء پہ سخت تنقید کرتے تھے۔ وہ اب بھی ہمارے مخالف ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ان کا ہمارے ساتھ بعض سیاسی مسائل میں اختلاف ہے۔ اگرچہ ہم انہیں بہت چاہتے تھے کہ ایک دوسرے کے نزدیک ہوں۔ ہم نے کسی بھی عکس العمل کا اظہار نہیں کیا لیکن انہوں نے اخبارات میں، منبر پہ اور جہاں تک ہو سکا ہم پر تنقید کی۔ ہم نے صراحت یا اشارے سے بھی انہیں کبھی جواب نہیں دیا۔

چھٹی شوریٰ:

چھٹی شوریٰ میں شیخ نعیم قاسم، محمد یز بک، حسین خلیل، عبداللہ قصیر اور میں شریک تھا۔ معمول کے مطابق شوریٰ کا دو سال کے لیے انتخاب ہوا اور اس نے معینہ مدت میں کام کیا۔

ساتویں شوریٰ:

ساتویں شوریٰ تین سال کی مدت کے لیے منتخب ہوئی۔ اس کے اراکین میں شیخ نعیم قاسم، محمد یز بک، عبداللہ قصیر، حسین رعد، حسین خلیل، سید ہاشم صفی الدین اور میں شامل تھا۔

حزب اللہ کی تاریخ میں یہ سات شوریٰ تھیں۔

شوریٰ کے پہلے پروگرام اسلامی جمہوریہ ایران کے سفارتخانے میں ہوتے تھے۔ شوریٰ میں ہمیشہ دو ایرانی رکن ہوتے تھے۔ اب بھی دمشق میں ایرانی سفیر اور سپاہ کے کمانڈر شوریٰ کے دائمی ارکان ہیں جو رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ مجموعی طور پہ شوریٰ میں دو ایرانی اور سات لبنانی رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ پانچ آراء کے ساتھ ہر فیصلے کو رسمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

شہید سید عباس موسوی:

شہید سید عباس موسوی کی آغاز سے ہی تمام فعالیت اسلام اور مستضعفین کی کامیابی کے لیے تھی۔ ان کے ذہن میں حکومت الٰہی کو تشکیل دینے کا خواب تھا۔ وہ تمام مسائل میں ایک باہدف اور سنجیدہ انسان تھے۔ وہ تقویٰ، پرہیزگاری، ولایت کی اطاعت، مسئولیت کا احساس، سنجیدگی، اخلاص اور تواضع

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں ہمارے لیے ایک نمونہ تھے۔

وہ ہمیشہ تزکیہ نفس کی کوشش میں ہوتے تھے اور اسی وجہ سے وہ نفس زکیہ، تواضع کا نمونہ، فیض کا سر چشمہ، محبت و عشق اور اسی طرح مومنین اور مستضعفین کے دلوں کو قریب لانے کا باعث تھے۔ ان کی اسی پاکیزگی، جہاد، اخلاص، اور بلند ہمت نے انہیں شہادت کے بلند و بالا مقام کے قابل بنا دیا۔ جیسا کہ رہبر معظم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "کیا ہم میں سے کسی کی عاقبت اس فرد سے بہتر ہو سکتی ہے جو خدا کی راہ میں یہودیوں اور انبیاء کے قاتلوں کے ہاتھوں شہید ہوا اور شہید سید عباس کو یہ سعادت ملی ہے"۔

دشمن یہ خیال کر رہا تھا کہ سید عباس کو مارنے سے مقاومت کمزور ہو جائے گی اور حزب اللہ عقب نشینی یا بالکل زوال کا شکار اور مایوس ہو جائے گی لیکن نتیجہ بالکل اس کے برعکس تھا۔ مقاومت میں شدت، استحکام اور ارتقاء ہوا۔ سید عباس کی شہادت کے بعد مقاومت اسلامی کی خبریں منظر عام پہ آنے لگیں۔ عوام میں مبارزہ کا جذبہ بڑھ گیا اور ان کا حزب اللہ کے ساتھ تعلق اور مقاومت کے ساتھ عشق و محبت میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ شہید عباس کے پاکیزہ خون کی برکت سے حزب اللہ کی قدرت، اتحاد اور استحکام میں روز بروز اضافہ ہوا۔

یہودیوں کا یہ گمان باطل ہے کہ لبنان میں یہ عظیم جہادی تحریک افراد پہ استوار اور کسی ایک شخص پہ تکیہ کرتی ہے۔ یہودی کسی بھی رہبر کو مار کے اس جہادی اور اسلامی لہر کی پیشرفت اور ترقی کو روک نہیں سکتے۔

سید عباس، رہبر معظم کی ولایت اور رہبری کے سخت مطیع تھے۔ وہ ان میں حکیمانہ رہبری اور خدا کی طرف سے الہامات کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جتنا انہیں امام خمینی سے عشق تھا اسی طرح وہ رہبر معظم کے بہت بڑے عاشق تھے۔ وہ تین سال کے عرصہ سے بھی زیادہ ان کی مرجعیت کی طرف دعوت دینے اور اس بات کو اسلام کی عزت اور امت کو استحکام بخشنے کا واحد حل سمجھتے تھے۔

یہ بات جالب ہے کہ سید عباس کئی سالوں سے اپنی گاڑی میں ہی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ گاڑی ان کے لیے گھر کی حیثیت رکھتی تھی جس میں کھاتے پیتے، سوتے اور مطالعہ کرتے۔ اس کے علاوہ لبنان کے مختلف علاقوں اور دیہاتوں میں اسی پہ آتے جاتے۔ وہ اپنے تواضع کی وجہ سے اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ دوستوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ وہ پسند نہیں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کرتے تھے کسی کا مہمان بن کر تکلیف کا باعث بنیں۔ اس بناء پر وہ اس شیوہ کو ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے مشقت اور سختی میں زندگی گزاری لیکن کبھی بھی اس بات سے رنجیدہ نہ ہوئے۔

وہ بہت کم استراحت کرتے تھے۔ اگر کبھی کئی ماہ کام کرنے کے بعد استراحت کے لیے صحت افزا مقام پہ جاتے تو وہ پانچ منٹ بیٹھنے اور آرام کرنے کے بعد تھک جاتے۔ اس کے بعد ہمیں بلاتے تا کہ مل بیٹھیں اور پھر مسلمانوں کی مشکلات اور اسلامی تحریک کے بارے بات چیت شروع کر دیتے۔ اس طرح ہماری سیر و تفریح اور استراحت ایک میٹنگ اور بحث و گفتگو میں تبدیل ہو جاتی۔

سید عباس مجاہدین سے بہت محبت کرتے تھے اور وہ بھی انہیں پسند کرتے تھے۔ وہ شہدا سے عشق اور ہمیشہ شہادت کی بات کرتے۔ وہ مقام شہادت کی تلاش میں تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی شہادت نزدیک ہے اور مجھ سے کبھی اس بارے میں بات بھی کرتے تھے۔ ان کی شہادت نے ایک انقلاب برپا کر دیا جس کے نتیجے میں حزب اللہ کے اندر ایک روحانی تبدیلی آ گئی۔ ان کی شہادت حزب اللہ کو ایسے مرحلے میں لے آئی جہاں سے اس نے ایک نئے سفر کا آغاز کیا۔ واقعا ان کی زندگی اور شہادت نے حزب اللہ کو وجود بخشا اور محکم و مضبوط کیا۔

خداوند متعال کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ جو سعادت انہیں نصیب فرمائی ہے وہ ہمیں بھی نصیب ہو۔

شہید راغب حرب:

مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ شہید راغب حرب کب سے حزب اللہ کے ساتھ مربوط ہوئے۔ اس لیے کہ میں اس وقت بقاع میں تھا اور جنوبی علاقے کے ساتھ عملا رابطے میں نہیں تھا۔ درحقیقت میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ تنظیمی ڈھانچے کے ساتھ ان کا کیا رابطہ تھا۔ البتہ وہ ایک تنظیمی فرد نہیں تھے۔ ایک ایسے عالم دین تھے جو شدت کے ساتھ خط امام اور حزب اللہ کے معتقد تھے۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے تنظیمی ڈھانچے کے ساتھ ان کی نہیں بنتی تھی۔ اس بناء پر انہیں حزب اللہ میں لانے کا مشورہ بھی سامنے نہیں آیا تھا۔ شیخ حرب کے بارے میری شناخت سطحی ہے۔ جب میں بیروت آیا تو وہ شہید ہو چکے تھے اور ہمارے درمیان زیادہ آشنائی نہیں تھی۔ ان کے اور شہید سید عباس کے درمیان اچھا رابطہ تھا۔ شیخ صبحی، محمد رعد، اور وہ افراد جو اس وقت شوریٰ میں تھے وہ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com

حزب اللہ اور علامہ سید فضل اللہ

جب حزب اللہ نے ایک تنظیم کی صورت میں کام کرنا شروع کیا تو برادران نے سید فضل اللہ کو شوریٰ میں آنے کی پیشکش کی۔ لیکن انہوں نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔

سید فضل اللہ تنظیمی، جہادی اور اداروں میں کام کرنے والے فرد نہیں تھے اور وہ ان کاموں میں پڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ میرے خیال میں ایک اور دلیل یہ بھی تھی کہ وہ اسی وقت سے مرجعیت کے لیے منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایک ادارے، پارٹی یا تنظیم کے سربراہ ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ خود کو مرجعیت کے لیے آمادہ کریں۔ انہیں وقت کی ضرورت تھی۔ وہ لکھنا، پڑھنا، تحقیق کرنا اور درس دینا چاہتے تھے۔

ہمارے سب برادران سید فضل اللہ کا احترام کرتے ہیں لیکن سید کے ساتھ ان کے ذاتی تعلقات مختلف نوعیت کے ہیں۔ بعض ان کے قریبی جبکہ بعض ان سے دور ہیں۔ بعض کا ان سے اچھا رابطہ جبکہ بعض کا اتنا مضبوط رابطہ نہیں ہے۔ لیکن ان کے ساتھ کسی کی کوئی مشکل نہیں۔ معمولا کچھ افراد سید کے ساتھ بعض مسائل میں مشورہ کرتے تھے۔

کچھ مسائل میں سید فضل اللہ کے ساتھ ہمارا اختلاف رائے تھا البتہ وہ مسائل حزب اللہ سے مربوط نہیں تھے۔ مثال کے طور پر تقلید کے بارے میں ہمیشہ ان کے ساتھ اختلاف تھا۔ ہمارے برادران سید باقر صدر کی تقلید کی دعوت دیتے تھے جبکہ وہ سید خوئی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے دوست امام خمینی اور وہ سید خوئی کی طرف بلاتے تھے۔ امام خمینی کی وفات کے بعد برادران آیت اللہ اراکی جبکہ وہ آیت اللہ گلپایگانی اور ان کے بعد آیت اللہ سیستانی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہم سید قائد کی تقلید کی طرف دعوت دیتے اور انہوں نے اپنی مرجعیت کا اعلان کر دیا اور خود اپنی طرف دعوت دی۔

سید فضل اللہ پہلے مرحلے میں فدائی کاروائیوں کے مخالف تھے اور انہوں نے اپنا بیان دیا۔ اسی بارے میں میڈیا سے گفتگو کی۔ لبنان کے بعض اخبارات نے بھی ان کے بیانات کو ذکر کیا۔ لیکن اس کے بعد ہم نے چھوٹی سی بات بھی ان سے نہ سنی یہاں تک کہ وہ فدائی کاروائیوں کو بابرکت سمجھتے تھے۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com

مجموعی پر سید فضل اللہ تمام کاموں میں حزب اللہ کے ہمنوا اور مددگار تھے۔ انہوں نے حزب اللہ سے بہت فائدہ اٹھایا اور ان کی شخصیت کو چار چاند لگ گئے۔ وہ ایک اہم عنصر یعنی حزب اللہ کے توسط سے دنیا میں معروف ہوئے۔

شہید کا باپ:

میرے بیٹے سید ہادی نے دو سال سے پڑھائی چھوڑ دی تھی اور چند ماہ مختلف قسم کی ٹریننگ لینے کے بعد مقاومت کے ساتھ کئی کاروائیوں میں شریک ہو چکا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ فرنٹ لائن پر لڑتا ہے۔ جنگ میں ان کی موجودگی میری اجازت سے اور اطلاع میں تھی۔ کوئی بھی میری اجازت کے بغیر فرنٹ لائن پر جانے کا حق نہیں رکھتا تھا چاہے وہ میرا بیٹا ہو یا کوئی اور۔

ان کے مجاہد ساتھیوں کو ایک عرصہ تک معلوم نہیں تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور وہ اسے نہیں پہچانتے تھے۔ سید ہادی ہمیشہ مستعار نام "یاسر" رکھتے۔ کاروائیوں میں معمولاً مستعار نام اور اس کے علاوہ جہاد، کمیل، یاسر وغیرہ رکھتے۔ کوئی بھی اپنے مجاہد دوستوں کی شناخت کے درپے نہیں ہوتا تھا۔ اس بنا پر کئی ماہ سید ہادی کی اصلیت سب سے مخفی رہی یہاں تک کہ ان کی پہچان ہو گئی۔

جب بھی میدان جنگ سے پلٹ کے آتے تو فرنٹ لائن کی خبروں اور صورتحال سے آگاہ کرتے۔ ہم بھی اچھے طریقے سے مجاہدین کی صورتحال سے واقف ہو جاتے تھے۔ وہ شہادت تک معمولی مجاہد تھے اور ان کے پاس کوئی مسئولیت نہ تھی۔ انہوں نے تازہ نکاح کیا تھا اور گھر وغیرہ آمادہ کرنے میں مشغول تھا تا کہ شادی کر سکیں۔ میری ان کے ساتھ جو تصویر ہے اور چھپ بھی چکی ہے۔ یہ ان کے نکاح کی تصویر ہے۔

جانے سے دو دن پہلے مجھے الوداع کہنے کے لیے میرے پاس آیا اور کہا کہ "انشاءاللہ ہم ایک کاروائی انجام دینے کے لیے مقبوضہ علاقے میں جا رہے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیں گے؟" میں نے کہا" جی ہاں اور آپ کے لیے دعا بھی کروں گا"۔ پھر خدا حافظ کہنے کے بعد چلے گئے۔

ان کی دشمن کے ساتھ مقبوضہ علاقہ میں جھڑپ شروع ہو چکی تھی۔ مسئولین نے مجھے اطلاع دی کہ چار افراد کے ساتھ ہمارا رابطہ کٹ چکا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کی یہ چار افراد کونسے ہیں؟ جب مجھے یہ خبر دی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

گئی تو اسی لمحے میرے دل میں یہ بات آگئی کہ سید ہادی بھی ان چار میں سے ایک ہیں۔ آدھی رات کے وقت مجھے یہ بتایا گیا کہ ان میں سے ایک واپس آیا اور باقی تین شہید ہو چکے ہیں۔ معمولاً ایسے موارد میں ہم پوچھ گچھ کرتے ہیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ صبح تین بجے تک بیدار رہا۔ آخر میں دوستوں سے رابطہ کیا اور کہا کہ "شرم اور شک و تردید نہ کریں میرا دل کہہ رہا ہے کہ سید ہادی بھی ان تین میں سے ایک ہیں مجھے حقیق بتائیں تاکہ میں سوچ سکوں کہ ان کی والدہ سے کیا کہوں اور کیا کروں"۔ انہوں نے کہا کہ "ایسا ہی ہے سید ہادی بھی ان تین شہدا میں سے ایک ہے"۔

برادران مجھے یہ بات نہیں بتانا چاہتے تھے لیکن میں نے پہل کی اور آخر کار انہوں نے مجھے واقعیت بتادی۔ میں نے کہا کہ "کوئی مشکل نہیں، سید ہادی بھی انہی شہدا کی طرح ایک شہید ہیں"۔

ان کی دشمن سے جھڑپ کے پندرہ گھنٹے بعد تک ہمیں شک تھا اور ہم احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ سید ہادی شہید ہو چکے ہیں اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوئے۔ چند دن کے بعد اسرائیلی ٹیلی ویژن پر دو جسد خاکی دکھائے گئے اور ہم نے دیکھا کہ ان میں سے ایک شہید سید ہادی ہیں۔

اسی دن صبح کے وقت میں نے ان کی والدہ سے کہا کہ "سید ہادی ایک کاروائی میں شریک تھے۔ اب ہمارا رابطہ ان سے کٹ چکا ہے۔ ممکن ہے شہید یا گرفتار ہو چکے ہوں شائد پلٹ بھی آئیں۔ آپ کو واقعہ کا علم ہونا چاہیے"۔

جب انہوں نے سنا تو کہا کہ "میں دعا کروں گی کہ وہ پلٹ آئیں یا شہید ہو جائیں۔ لیکن صیہونیوں کے ہاتھوں گرفتار نہ ہوں اس لیے کہ ان کی گرفتاری دشمن کے لیے بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ مجاہدین اور حزب اللہ کے حوصلے پست کرنے کے لیے سوء استفادہ کریں۔ البتہ میں اپنے بیٹے کے لیے شہادت کی دعا کروں گی"۔ اس بات کے تین گھنٹے بعد انہیں شہادت کی خبر سنائی۔ سید ہادی کا جنازہ دشمن کے پاس تھا اور وہ تبادلہ کرنا چاہتا تھا لیکن ہم دشمن کے ساتھ تبادلہ کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ صیہونیوں کے ساتھ تبادلہ میں قیدی ہماری ترجیحات میں تھے۔ شہید کا جسد خاکی بالآخر ایک دن پلٹ آتا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ قیدی جلدی آزاد ہو جائیں۔ ہم نے اپنے صبر کی بناء پر ایک سال سے کم

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

عرصہ میں سید ہادی، دوسرے شہدا اور قیدیوں کی اچھی خاصی تعداد کا تبادلہ کیا اور انہیں واپس پلٹانے میں کامیاب ہو گئے۔

فدائی کاروائیاں:

جب 1982 میں اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا اور قابض فوج تمام علاقوں پر مسلط تھی۔ اس میں ان کے پاس جہاز، ٹینک، توپ اور بہت بڑے فوجی لشکر موجود تھے جبکہ ہمارے پاس مادی امکانات اور سہولیات میں سے کچھ بھی نہیں تھا۔ ہمارے پاس اسلحہ مثلاً کلاشنکوف، دستی بم اور بارود نہ ہونے کے برابر تھا۔ ہمارے پاس صرف یہی اسلحہ تھا لیکن اس کے ساتھ خداوند متعال پر ایمان اور عقیدہ تھا۔ برادران کا وہ گروہ جو جہادی کام کر رہا تھا انہوں نے یہ سوچا کہ دشمن کی چیک پوسٹوں اور رکاوٹوں سے کیسے گزرا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کیسے انہیں جانی نقصان اور ان پر کاری ضرب لگائی جا سکتی ہے۔ ہم جن شرائط میں تھے ان شرائط اور میدان جنگ کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم ایک گاڑی کو بارود سے بھر کر دشمن کی فوج میں گھس جائیں اور ان پہ مہلک وار کریں۔ اس چیز کا سامنا کرنے کے بارے دشمن نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کام کے ذریعے ہم دشمن کو غافل کر سکتے تھے۔ اس ترتیب سے ایک وہ برادر جو جذبہ ایمانی سے سرشار اور مضبوط اعصاب کا مالک نیز فدائی کاروائی کے لیے آمادہ ہو۔ وہ گاڑی میں سوار ہو کر دشمن کی عمارت یا ان کے خاص مرکز پہ حملہ کرے۔

جب عراقی حکومت نے سید باقر صدر کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا تو اس کے بعد اور اسرائیلی حملے سے پہلے بیروت میں عراق کے سفارت خانے پر ایک فدائی کاروائی کی گئی۔ یہ کاروائی کس گروہ نے انجام دی؟ یہ دشوار اور سیکورٹی مسائل میں سے ہے۔ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا (17)۔

ہمیں سب سے پہلے اس بات کا اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت تھی کہ یہ کام شرعی لحاظ سے اشکال نہ رکھتا ہو۔ شرعی طور پر اجازت لینے کے بعد احمد قصیر (18) پہلا فرد تھا جس نے فدائی کاروائی کی۔ احمد قصیر جنوب کا رہائشی تھا اور میں بقاع کے علاقہ میں تھا۔ وہ جنوب پر قبضہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد شہید ہو گئے لہذا میری ان سے زیادہ آشنائی نہ تھی۔ ہدف، مقام اور کاروائی کرنے کا طریقہ کار معین کیا گیا اور اس کام کے لیے گاڑی اور بارود فراہم کیا گیا۔ ہدف صور میں بہت بڑی عمارت تھی جس پر صیہونی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

فوج نے قبضہ جما رکھا تھا اور اس میں صہیونی کمانڈرز اور موساد کے افسران رہائش پذیر تھے۔ احمد قصیر نے اس کاروائی کو بڑی کامیابی سے انجام دیا۔ خود صیہونیوں نے 85 افسران اور سپاہیوں کے مارے جانے کا اعتراف کیا۔ دشمن کی حکومت نے مقبوضہ فلسطین میں تین دن عمومی سوگ کا اعلان کیا۔ یہ پہلی بار تھا کہ ایک کاروائی میں قابض فوج کے اتنے افراد مارے جائیں۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ پہلی کاروائی ایک کامیاب تجربہ تھا۔ اس کامیابی نے دوستوں کی حوصلہ افزائی کی کہ اس روش کو بار بار استعمال کریں اور اس بارے میں اہم تجربات کسب کر سکیں۔

دشمن میں بہت ڈر پیدا ہو چکا تھا۔ وہ جہاں پر بھی ہوتے تھے اس بات سے ڈرتے تھے کہ کوئی ان پر فدائی حملہ نہ کر دے۔ خاص طور پر راستوں پہ جو بھی گاڑی ان کے قریب سے گزرتی تو وہ ڈرتے تھے۔ اگر اس گاڑی میں ڈرائیور اکیلا ہوتا تو ان کے ڈر میں اضافہ ہو جاتا۔ دشمن نے ان فدائی حملوں کی روک تھام اور احتیاطی تدابیر کے لیے سخت انتظامات کیے۔

ایسے لگتا ہے کہ احمد قصیر نے کاروائی کرنے سے پہلے اس بات کو امام خمینی کے سامنے رکھا اور ان سے اجازت لی تھی لیکن اس بارے میں مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں یہ بات جانتا ہوں کہ امام خمینی نے دشمن کے خلاف فدائی حملوں پر دستخط کیے اور ان کی تائید کی ہے۔ (19)

کچھ برادران نے بعض فدائی حملہ کرنے والے دوستوں کی ویڈیوز بنائیں۔ جس میں وہ اپنا وصیت نامہ پڑھ رہے تھے اور ان ویڈیوز کو امام کی خدمت میں لے گئے۔ ان میں بعض تصاویر اور فدائی حملہ کرنے والوں کے وصیت نامے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ جب امام نے چند منٹ ان ویڈیوز کو دیکھا تو فرمایا "یہ لوگ حقیقی عرفان رکھتے ہیں" مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ جملہ کس فرد نے مجھے نقل کیا تھا لیکن ان برادران میں سے تھا جس کا ہمیشہ امام کی خدمت میں آنا جانا ہوتا تھا۔

رہبر معظم نے بھی ہمیشہ ان کاروائیوں اور ان کے موثر ہونے پر تاکید اور خوشی و رضایت کا اظہار کیا ہے۔ ایک فدائی حملہ کرنے والے شہید علی اشمر (20) کے والد ابو عصام اشمر نے رہبر معظم کی طرف ایک خط لکھا۔ رہبر معظم نے انہیں جواب دیا اور میں نے یہ جواب ان تک پہنچایا۔ رہبر معظم، ابو عصام اشمر کو خط کے ایک حصہ میں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: میں اس عزیز شہید اور اس کے والدین کی روح پر

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اس شہید کی عظمت اور آپ کے صبر جمیل کی تجلیل کرتا ہوں۔ آپ کا بیٹا اس علاقے کی تاریخ ساز شخصیت اور ان قرآنی آیات کا مصداق ہے جو خدا کی راہ میں شہداء کے بارے میں ہیں۔ اخلاص، جانثاری کا مقام، رحمت خدا اور خدا کا فضل اسے اور تمہیں مبارک ہو۔

بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ فدائی حملہ کرنے والے کاروائی سے پہلے رہبر معظم کی ملاقات کے لیے جاتے تھے جبکہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن معمولا جب لبنانی مجاہدین ایران جاتے ہیں تو رہبر معظم کے دفتر میں ان کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آیا جاتا ہے۔ وہ معمولا ان کے ساتھ ایک کمرے میں نماز پڑھتے، دست بوسی کرتے اور ان کی دعا سے شرفیاب ہوتے ہیں۔

ابوزینب کی کاروائی:

فدائی کاروائیوں میں ایک شہید ابوزینب کی کاروائی ہے۔ جس میں انہوں نے بیروت کے شیعہ نشین علاقے "بئر العبدّ" میں بم بلاسٹ اور نمازیوں کے قتل کا انتقام لیا۔ اس بزدلانہ بمب دھماکے میں بارود سے بھری گاڑی کو نماز جمعہ سے واپس آنے والے افراد کے راستہ میں بلاسٹ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے کافی ساری خواتین شہید ہوگئیں (21)۔ ابوزینب نے اس دھماکے کا انتقام لینے کے لیے اس کاروائی کو انجام دیا۔ یہ کاروائی صیہونی فوج کے قافلہ پر کی گئی۔ شہید کے گھر والوں کے لیے سیکورٹی مسائل کی وجہ سے آج تک ہم نے ان کے اصلی نام کا اعلان نہیں کیا۔ اس شہید کے گھر والے مقبوضہ علاقے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم ان کے نام کا اعلان نہیں کرسکتے۔ مستقبل میں جب صیہونی لبنان سے نکل جائیں تو ہم شہید ابوزینب کا تعارف کروائیں گے۔

مدرسہ الشجرہ:

تیسری کاروائی مدرسہ شجرہ کے نام سے معروف ہے۔ فدائی مجاہد کا نام صیغہ راز میں ہے۔ ہم نے مذکورہ بالا دلائل کی بناء پر ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کاروائی کرنے والے کے نام کا اعلان کرنا اس شرط کے ساتھ ہے کہ ان کے گھر والے مقبوضہ پٹی میں نہ رہتے ہوں۔ مختلف اور متعدد دلائل کی وجہ سے ہم مصلحت نہیں سمجھتے کہ فدائی کاروائی کرنے والوں کے نام کا اعلان کریں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مدرسہ الشجرہ کی کاروائی میں ہدف صور میں صیہونی فوج کے افسران کا مرکز تھا۔ یہ کاروائی بھی احمد قصیر کی کاروائی کی طرح تھی (22)۔

اس کے بعد والی کاروائی کو شہید ہثیم صحی دبوق نے انجام دیا۔ جس میں اس نے اپنی گاڑی کے ذریعے صیہونی فوج کے قافلہ کو نشانہ بنایا۔

عملیات شہید الحیٔ:

شہید الحیٔ یا زندہ شہید کی کاروائی بھی ایک طرح کی فدائی کاروائی تھی۔ اس نے بھی دوسرے فدائی مجاہدین کی طرح کیمرے کے سامنے اپنا وصیت نامہ پڑھا۔ مجھے خدا حافظ کہنے آئے اور ہم نے آپس میں کافی باتیں کیں۔

اس برادر سے کہا گیا کہ لبنان اور فلسطین کی سرحد پہ مقبوضہ علاقے میں صیہونی فوج کے راستے پہ بہت بڑے بم نصب کرے۔ پھر اسی جگہ کے قریب انتظار کرے اور جب قافلہ پہنچے تو انہیں بلاسٹ کردے۔ بلاسٹ کے بعد دشمن کے قافلہ پر اکیلا حملہ کرے۔ وہ بہترین اسلحہ ، بم اور بارود سے مسلح تھا۔ دھماکے کے بعد جو بھی ان میں سے زندہ بچے ان کے ساتھ جنگ کرے اور ان سب کو مار دے۔ جب صیہونی قافلہ پہنچا تو اس نے بلاسٹ کر دیے اور ان کی ایک تعداد کو مارا۔ اس کے بعد خود ان پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ تمام گاڑیوں پہ فائرنگ کر رہا تھا۔ صیہونی پہاڑوں کی طرف بھاگ چکے تھے اور وہ تنہا رہ گیا۔ اسے کوئی نہیں ملا کہ خود کو ان کے درمیان اڑا دے یا ان پر فائرنگ کرے۔ وہ صحیح سالم واپس پلٹ آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ "زندہ کیوں پلٹ آئے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "کوئی ایسا نہیں تھا کہ جو مجھے مار دے لہذا میں واپس پلٹ آیا ہوں"۔

وہ شہادت کے لیے گیا جبکہ زندہ پلٹ آیا۔ اسی وجہ سے اسے زندہ شہید کا لقب دیا گیا۔ اس کاروائی کی دور سے ویڈیو بھی بنائی گئی ہے (23)۔

شہید صلاح غندور:

شہید صلاح غندور (24) نے ہدف کے بارے خود معلومات جمع کیں اور اس کا انتخاب کیا۔ اس

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نے خود مقبوضہ علاقہ میں بارود منتقل کیا اور دوسرے برادران کی مدد سے گاڑی تیار کی۔ اس نے دوستوں کو دھمکی دی کہ اگر مجھے یہ کاروائی انجام دینے کی اجازت نہ دی گئی تو میں آپ کو انجام نہیں دینے دوں گا۔ اسے ڈر تھا کہ شائد ہم اسے اجازت نہ دیں۔ برادران نے آکر مجھے کہا کہ "یہ برادر اس کاروائی کو انجام دینے پر مصر ہے جبکہ یہ شادی شدہ اور اس کے چند بچے بھی ہیں"۔

ہم کاروائیوں کے لیے غیر شادی شدہ کو شادی شدہ افراد پہ ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن اس کے اصرار کے نتیجہ میں ہم نے کہا کہ کوئی مشکل نہیں۔ اگر چہ وہ شادی شدہ ہو اور چند بچے بھی ہوں تو ان کاروائیوں کو انجام دے سکتا ہے۔ ہم اس بات سے ڈرتے تھے کہ اگر اسے کاروائی سے محروم کریں تو ممکن ہے معمولی کاروائی میں یا کسی حادثہ میں دنیا سے چل بسے۔ ہم ان کو اس فیض سے محروم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ خاص طور پر جب علاقہ کے بارے میں ان کی اچھی شناخت ہوگی تو کاروائی بہتر انداز میں انجام پائے گی۔ شہید غندور نے علاقہ کی معلومات جمع کی ہوئی اور تمام مقدمات کو فراہم کیا ہوا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک لمبے عرصہ تک ایک خاص حصہ میں اطلاعات کی جمع آوری کا مسئول رہا تھا۔

برادران جب فدائی کاروائی کے لیے جاتے ہیں تو معمولاً کوئی متوجہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کام کے لیے آمادہ ہے۔ اس لیے کہ ہم بعد میں پیش آنے والی شرائط سے آگاہ نہیں ہوتے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کاروائی انجام پا سکے گی یا نہیں۔ صلاح غندور نے بالکل عادی طور پر اپنے گھر والوں اور بیوی سے خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کی ادائیگی کے لیے خدا حافظ کیا۔

دوسری فدائی کاروائیاں:

شہید "حر عاملی" (25) جن کا اصلی نام "شہید سید عبداللہ عطوی" تھا۔ شہید "اسعد برو" جو شادی شدہ تھے۔ "صلاح غندور" اور "شہید علی صفی الدین" (26) حزب اللہ کے ان شہدا میں سے ہیں جنہوں نے علیحدہ علیحدہ فدائی کاروائیاں انجام دی ہیں۔

مذکورہ بالا شہدا کے برعکس شہید علی منیف اشمر نے بارود بھری گاڑی سے کاروائی نہیں کی بلکہ اپنے جسم کے ساتھ بارود باندھ کر صیہونیوں کے فوجی قافلہ پر حملہ کیا۔ یہ وہ بعض فدائی کاروائیاں ہیں جو لبنان کی سرزمین پر دشمن کے خلاف انجام دی گئیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ کی شرائط

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بہت سخت تھی۔ اسی وجہ سے پہلے انجام پانے والی فدائی کاروائیاں مثلاً شہید احمد قصیر وغیرہ کی ویڈیو نہیں بنائی جاسکی لیکن دوسری کاروائیوں کی بڑی دقت کے ساتھ ویڈیوز بنائی گئی ہیں۔ ہم ان ویڈیوز سے دشمن کے حوصلے پست کرنے اوران کے دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کے لیے استفادہ کرتے ہیں۔

فدائی کاروائی کرنے والے افراد میں سے شیخ اسعد برو کے ساتھ دوستانہ رابطہ اور آنا جانا تھا لیکن دوسروں سے ملاقاتوں اور میٹنگ میں آشنا ہوا(27)۔ شیخ اسعد کا قم میں آنا جانا تھا اور ان کا ٹھہراو حضرت معصومہ کے حرم کے نزدیک ہوتا تھا۔

بلال اخرس اور حسین انیس ایوب:

انہی آخری ایام میں ایک برادر جس کا نام بلال اخرس تھا اور ہم نے انہیں فدائی مجاہد کا عنوان دیا ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ پہ تھے جہاں پر پندرہ صیہونی فوجی آئے۔ بلال اخرس کے پاس کلاشنکوف تھی۔ وہ ان کے گروہ میں گھس گئے اوران پر فائرنگ کردی۔ اگر چہ یہ ایک شہادت طلب کام تھا لیکن عام طور پر انہیں فدائی نہیں کہتے۔ اس نے آٹھ فوجیوں کو ہلاک کیا اور خود بھی شہید ہوگیا۔ اگر چہ صیہونیوں نے کہا کہ ہمارا ایک فوجی مارا گیا ہے لیکن ہم مطمئن ہیں کہ ان کے آٹھ فوجی مارے گئے۔ یہ جوان ایسی کاروائیاں بھی کرتے ہیں لیکن ہم عرف کے مطابق اسے فدائی کاروائی کا نام نہیں دیتے۔ شہید حسین انیس ایوب بھی فدائی برادران میں سے تھے لیکن وہ کاروائی میں شہید نہ ہوئے۔

دوسری پارٹیوں کی کاروائیاں:

لبنان میں بعض دوسری تنظیموں نے بھی فدائی کاروائیاں انجام دی ہیں۔ لیکن یہ کاروائیاں نتائج کے لحاظ سے چندایک کے علاوہ کامیاب نہ تھیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے امل نے دو فدائی کاروائیاں انجام دیں۔ یہ کاروائی انجام دینے والے شہید بلال فحص (28) اور شہید حسن قصیر (29) تھے لیکن ان دونوں شہداء کا حزب امل کی نسبت حزب اللہ سے زیادہ تعلق تھا۔

بعض دوسری تنظیموں مثلاً حزب ملی نے بھی ایک یا دو کاروائیاں انجام دیں۔ جنہیں انجام دینے کے لئے خواتین سے استفادہ کیا گیا تھا لیکن لبنان میں معروف یہ ہے کہ فدائی کارروائیوں میں صرف

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

حزب اللہ کامیاب ہے(30)۔

حزب اللہ ہر کاروائی کے بعد رسمی طور پر اعلان اور اس کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ شہید احمد قصیر کی فدائی کاروائی کئی سال صیغہ راز میں رہی۔ صور سے صیہونی فوج کی عقب نشینی تک ہم نے اس کاروائی کی ذمہ داری قبول نہ کی کیونکہ ان کا خاندان ایسے علاقے میں تھا جو صیہونیوں کے قبضے میں تھا۔ ہم بلا فاصلہ کاروائی کی ذمہ داری قبول کرتے لیکن کبھی فدائی مجاہد کا نام مخفی رکھتے تھے۔

جب فلسطین میں فدائی کاروائیاں شروع ہوئیں تو سیاسی افراد میں یہ بحث ہوئی کہ یہ کاروائیاں کس نے انجام دی ہیں؟ حماس یا جہاد اسلامی نے انجام دی ہیں؟ اسحاق رابین نے کہا تھا کہ" ہر صورت میں ان کاروائیوں کی ذمہ داری حزب اللہ کی گردن پہ ہے کیونکہ حزب اللہ نے اس طریقے کو ایجاد کیا اور فلسطینیوں نے بھی یہ طریقہ ان سے سیکھا ہے"۔

لبنان کی مقاومت اور فدائی کاروائیوں نے فلسطین کے باشندوں کو یہ سکھایا کہ وہ کیسے مقابلہ کریں۔ انہیں اپنی ذات پہ اعتماد کرنا سکھایا اور ان کے حوصلے بلند کر دیے۔ ان کو یہ سکھایا کہ صیہونیوں کو شکست دی جاسکتی ہے اور انہیں مارا جاسکتا ہے نیز یہ کہ ہم موجودہ شرائط کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب ایران میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا تو فلسطینیوں کی انتقامی کاروائیوں میں شدت آ گئی۔ لیکن انہوں نے جہادی روح کو براہ راست لبنان میں ہونے والے جہادی کاموں اور فدائی کاروائیوں سے لیا۔

جب بڑی سطح پہ فدائی کاروائی انجام دی جائے تو مقبوضہ علاقوں میں زندگی گزارنے والے افراد پر دشمن کی طرف سے سختی کی جاتی ہے۔ وہ علاقے کا محاصرہ اور جوانوں کو گرفتار کرتے ہیں۔ اس علاقے میں موجود تمام جوانوں سے تفتیش اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کبھی اندھا دھند فائرنگ کرتے اور عوام کو زخمی کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ صیہونیوں اور ان کے ایجنٹوں [آنطوان لحد] نے یہ اعلان کیا کہ انہیں ایک گاڑی ملی ہے جس میں پانچ سو کلو بارود تھا اور [حزب اللہ] اس کے ذریعے تخریب کاری کرنا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ ایسی گاڑی کے بارے بات کر رہے تھے جو پہلے بھی دھماکے میں استعمال [اور تباہ] ہو چکی تھی۔ صیہونیوں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کے ساتھ آمنے سامنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مختصر فاصلے سے اسی جگہ۔ یا کسی اور جگہ دو اکٹھی فدائی کاروائیاں انجام دی جائیں۔ بعض موارد میں ایسا ہوا ہے کہ کاروائی انجام دینے سے پہلے اس کا پتا چل گیا یا بعض دلائل کی وجہ سے کاروائی انجام نہ پا سکی۔ کوئی فنی مشکل بن گئی یا یہ بھی ممکن ہے کہ جس برادر نے فدائی کاروائی کرنے کی درخواست اور اس کے لئے قواعد وضوابط قرار دیے ہوں جبکہ ان قواعد کے تحت کاروائی کرنے کا امکان نہ ہو مثلاً ممکن ہے کہ ہم نے اسے کہا ہو کہ اتنے صیہونی فوجیوں سے کم تعداد میں خود کو نہ اڑانا یا [دشمن] کو کاروائی سے پہلے اس کا پتا چل جائے یا ممکن ہے آپ کے سامنے ایک یا دو افراد ہوں اور آپ کو یقین ہو کہ فدائی کاروائی نہیں کر سکتے تو اس صورت میں ضروری ہے کہ گاڑی کو چھوڑ کر نکل جائیں تاکہ صرف گاڑی کا بلاسٹ ہو۔

ہم نے 1996 کی جنگ میں دشمن کے خلاف فدائی کاروائیاں انجام نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فضا میں یہودیوں کے جہاز مکمل طور پہ گزرنے والی تمام گاڑیوں پہ مسلط تھے۔ جنوب میں گاڑیوں کا جانا بہت سخت تھا البتہ گاڑیوں کا مقبوضہ علاقوں میں جانا اس سے بھی زیادہ دشوار تھا۔ صیہونی مختلف موانع کی آڑ میں چھپے ہوئے اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ ان کا بھروسہ اور سہارا اپنی ہوائی فوج پہ تھا۔ اس صورتحال میں فدائی کاروائی کرنے کا امکان نہیں تھا۔

فدائی مجاہدین کا انتخاب:

بہت سارے جوان فدائی کاروائی کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ درخواستیں زبانی یا مکتوب صورت میں دی جاتی ہیں۔ بعض مجھ سے جبکہ بعض دوسرے مسئولین یا مرکزی کمانڈر سے براہ راست درخواست کرتے ہیں۔ ہم ان کو اتنی آسانی سے مثبت جواب نہیں دیتے۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ انہیں امتحان کے چند مراحل سے گزاریں۔ ان سے سوالات پوچھتے اور ان کے دینی و مذہبی صورتحال کے علاوہ جذبہ ایمانی سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

پھر ان کو بعض عسکری کاروائیوں میں شریک کرتے ہیں تاکہ ان کی شجاعت اور اخلاص سے مطمئن ہو جائیں۔ کبھی ان سے خاص امتحان بھی لیتے ہیں مثال کے طور پر ممکن ہے ہم اس سے کہیں کہ ابھی اس گاڑی میں سوار ہو کر کاروائی انجام دینے کے لیے جائے جبکہ گاڑی میں بارود وغیرہ کچھ نہیں ہوتا لیکن

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اسے بھی اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ جب وہ گاڑی میں سوار ہو جائے تو برادران مقبوضہ علاقے تک اس کے ساتھ جاتے ہیں تاکہ اسے چیک کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ شک و تردید کرتا ہے یا نہیں۔ جو بھی اس امتحان میں کامیاب ہو جائے تو وہ فدائی کاروائی کا وقت آنے تک انتظار کرتا ہے۔ ہم ان میں سے بہترین افراد کا انتخاب کرتے ہیں اور کبھی استخارہ کے ذریعے انہیں چنتے ہیں۔ حزب اللہ کے بعض بڑی سطح کے مسئولین شدت سے فدائی کاروائی انجام دینے کے لیے اصرار کرتے ہیں جبکہ ہم انہیں اجازت نہیں دیتے۔

بہت ساری لبنانی بہنیں بھی فدائی کاروائی انجام دینے کی درخواست کرتی ہیں لیکن ہم قبول نہیں کرتے۔ البتہ ہمارا قبول نہ کرنا شرعی دلائل کی بنا پر نہیں۔ میرے خیال میں اس بات میں کوئی شرعی حرج نہیں لیکن بعض اجتماعی یا سیکورٹی مسائل کی وجہ سے ہم ایسی کاروائیوں سے روکتے ہیں مثلاً اگر کوئی برادر فدائی کاروائی انجام دے تو صیہونی اس علاقے کے تمام جوانوں کو گرفتار اور جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کے بعد تفتیش اور شکنجے دیے جاتے ہیں۔ پھر ان کو تدریجی طور پر آزاد کر دیا جاتا ہے۔ ہم ایک فدائی برادر کے نام کو مخفی رکھ سکتے اور اس کی غیر موجودگی کو سفر وغیرہ کے بہانہ سے بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ایک عورت چند دن کے لیے اپنے گھر اور خاندان والوں کی نگاہوں سے غائب ہو جائے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ یہ بھی امکان ہے فدائی مجاہد کے بچے ہوئے ٹکڑوں کا معائنہ کر کے سمجھ جائیں کہ کاروائی کرنے والی عورت یا مرد تھا۔ اگر عورت ہو تو مقبوضہ علاقہ کی پٹی میں تمام خواتین کو گرفتار اور انہیں تکالیف پہنچاتے ہیں۔ ہم مقبوضہ علاقے میں اپنی عزت و ناموس اور غیرت کے سبب اس کام سے اجتناب کرتے ہیں کہ کوئی بہن فدائی کاروائی انجام دے۔

جو شہید صلاح غندور کے بارے میں کہا جاتا ہے کاروائی والے علاقے میں جانے سے پہلے ایک عورت ان کے ہمراہ تھی۔ یہ سب اشتباہ ہے کیونکہ وہ عورت نہیں بلکہ ایک جوان عورت کا مجسمہ تھا۔ یہ صیہونیوں کے قوانین کا حصہ اور سیکورٹی اقدامات میں سے تھا کہ ڈرائیور اکیلے گاڑی میں نہ بیٹھیں۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ عورت کی شکل کا مجسمہ رکھا گیا تھا تاکہ صیہونی یہ سمجھیں کہ گاڑی میں دو افراد ہیں۔ ابھی تک ہم نے دو افراد پہ مشتمل فدائی کاروائی انجام نہیں دی۔ شریعت اس بات کی اجازت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نہیں دیتی کہ جب ہدف ایک فرد کے ذریعے پورا ہو رہا ہے تو دوسرا بھی اسی راہ میں مارا جائے۔

لبنان کے باہر سے بھی کافی افراد نے فدائی کاروائی کرنے کی درخواست کی ہے لیکن ہم نے اجازت نہیں دی کہ باہر والے افراد شریک ہوں۔ فدائی مجاہدین میدان جنگ کی تلاش میں ہیں تا کہ جہاد میں شریک ہو کر شہادت کے مقام پر فائز ہوں اور خداوند متعال سے ملاقات کر سکیں۔ تمام لبنانی اور غیر لبنانی فدائی مجاہدین کا ہدف یہی ہے لیکن ہم ابھی مصلحت نہیں سمجھتے کہ کاروائیوں میں غیر لبنانی افراد سے استفادہ کریں۔ ممکن ہے ایک ایسا وقت آئے کہ ہمیں دنیا کے دور ترین نقاط کے مسلمان مجاہدین کی ضرورت پڑے۔ ہمیں ابھی لبنانی ملت اور سیاسی دلائل کی بناء پر اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ مقاومت صرف لبنانی ہو۔ اگر غیر لبنانی ہوں تو صیہونی پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹنے کی کوشش کریں گے کہ لبنان کے جنوب میں ان کے ساتھ لڑنے والے کرائے کے لوگ ہیں جنہیں پیسے دے کر ہمارے ساتھ لڑنے کے لیے جمع کیا گیا ہے۔ جبکہ لبنان کی سرزمین ان کے قبضہ میں ہے اور یہ بات طبیعی ہے کہ لبنانی قیام کریں اور غاصبوں سے جنگ کریں۔

اکثر فدائی مجاہدین جن کو میں جانتا ہوں وہ نماز میں خشوع و خضوع کرتے تھے۔ ان کا اپنی بیوی، بچوں اور ہمسائیوں کے ساتھ اخلاقی اور اجتماعی رابطہ بہت اچھا تھا۔ میں کسی بھی ایسے مجاہد کو نہیں جانتا جس کی اپنے دوستوں، بھائیوں یا گھر والوں کے ساتھ کوئی مشکل ہو۔ یہ سب اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ فدائی مجاہدین مثلاً اسعد برو، ہثیم دبوق، صلاح غندور یا علی اشمر اصلاً اس فکر میں نہیں تھے کہ کیا کھائیں، پئیں اور کہاں سوئیں۔

وہ دنیا کی ان جزئیات میں نہیں پڑتے تھے۔ دنیا میں زہد کی حالت ان جوانوں کے اندر نمایاں تھی۔ انہوں نے واقعاً مادی دنیا سے کچھ جمع نہیں کیا تھا۔ ان میں بصیرت کی علامات واضح تھیں۔

جب ایک فدائی مجاہد کاروائی کے لیے جاتا ہے تو ایک فرد اس کے ہمراہ جاتا ہے اور اسے آخری سٹاپ پہ الوداع کہتا ہے نیز وہ اس بات سے مطمئن ہو جاتا ہے کہ وہ ہدف کو نشانہ بنائے گا۔ ہیثم دبوق کے ساتھ جانے والے برادر کہتے ہیں کہ:

میں اور ہیثم اکٹھے تھے۔ میں نے اسے کہا کہ "اپنے اعصاب کنٹرول میں رکھ کر اور اس طرح

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

حملہ کریں میں اس کے ذہن میں بار بار یہ بات ڈالنا چاہتا تھا تا کہ کامیاب کاروائی کر سکے۔

ہیثم نے مجھ سے کہا "یہ کاروائی سو فیصد کامیاب ہوگی"۔ میں نے اس سے پوچھا تمہیں کہاں سے معلوم ہے"؟ ہیثم نے جواب دیا" میں ابھی آپ کو یہ کاروائی دکھا سکتا ہوں"۔ میں نے دوبارہ پوچھا "وہ کیسے"؟ ہیثم نے میری آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا اور اچانک میں نے اس کی شہادت کا مقام دیکھا اور اسے دیکھا کہ وہ گاڑی میں سوار ہو کر دشمن کے قافلہ پر حملہ کر رہا ہے۔ میں نے ہیثم سے کہا" تم مجھ پر جادو کر رہے ہو"لیکن اس نے جواب دیا کہ" تم آزاد ہو جیسے چاہو فکر کرو"۔

کچھ دیر بعد صیہونی قافلہ آ گیا اور ہیثم ان کی طرف بڑھا۔ میں نے خود دیکھا کہ اس نے کاروائی کیسے انجام دی۔ اس نے بالکل اسی جگہ کاروائی انجام دی جو اس نے مجھے چند گھنٹے پہلے دکھائی تھی۔

علی اشمر کی کاروائی میں معلومات کے مطابق صیہونی قافلے نے ظہر کی آذان سے پہلے گزرنا تھا لیکن اسے تاخیر ہو گئی۔ ادھر سے ظہر کی آذان کا وقت ہو گیا۔ جبکہ وہ وہ قافلہ پہنچنے کی انتظار میں تھا کہ وہ آئے اور یہ خود کو اڑا کر شہادت کے مقام پر فائز ہو جائے۔ علی اشمر نماز پڑھنا شروع کرتا ہے اور ادھر قافلہ پہنچتا اور گزر جاتا ہے۔ برادران نے وائرلیس کے ذریعے ان سے رابطہ کیا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنی رائے سے پھر گیا یا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے خود رابطہ کیا۔ برادران اس سے پوچھتے ہیں کہ قافلے کو کیوں جانے دیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میں قافلے کی واپسی تک انتظار کروں گا۔ پھر جب قافلہ پلٹا تو اس نے کامیابی سے کاروائی انجام دی۔

یہ واقعہ ہمیں حضرت امیر المومنین کے لیلۃ الحریر والے واقعہ کی یاد میں ڈال دیتا ہے۔ جنگ صفین کی ایک معروف رات جس میں بہت سخت جنگ تھی اور امیر المومنین نماز کی حالت میں مصروف تھے کہ ایک شخص نے ان کے نزدیک آ کر کہا" اے امیر المومنین یہ نماز کا کون سا وقت ہے"؟ انہوں نے فرمایا کہ" ہم اسی نماز کے لیے ان سے جنگ کر رہے ہیں"۔

جب کسی فدائی کاروائی کے انجام پانے کی خبر پہنچتی تو سب برادران گریہ کرتے ہیں۔ یہ گریہ خوشی، درد، جدائی اور رشک بھرا ہوتا ہے۔ جس میں یہ سب چیزیں ملی ہوتی ہیں۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

فدائی کاروائی سے پہلے غالباً ایک یا کبھی چند نام پیش کیے جاتے ہیں اور ہم ان میں ایک کا انتخاب کرتے ہیں۔ باقی افراد انتظار والی فہرست میں منتظر رہتے ہیں لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ہم دوستی اور رفاقت کی وجہ سے فدائی کاروائی کے لیے کسی اپنے دوست کے نام کا انتخاب کریں۔ ہم پہلے درجہ پہ کاروائی کی کامیابی اور اس کے بعض فدائی مجاہد کے عمل کو دیکھتے ہیں جو سب انشاء اللہ خداوند متعال کا دیدار کریں گے۔ ہمارے لیے اہم چیز کاروائی کی کامیابی ہے۔ اگر دو فدائی مجاہد ہوں جن میں سے ایک ہر مشکل کا سامنا ہونے کی صورت میں جانتا ہو کہ اس مشکل کو کیسے حل کرے جبکہ دوسرا مجاہد بھی شہادت کے لیے آمادہ ہو لیکن جب اسے مشکل صورتحال کا سامنا ہو تو اس میں مدیریت کی قدرت پہلے فرد کی نسبت کم ہو تو یہ بات طبیعی ہے کہ کاروائی کے لیے پہلے فرد کا انتخاب کریں گے۔

شہادت کے لیے خطوط:

کچھ افراد فدائی کاروائی میں شریک ہونے کے لیے درخواستیں لکھتے اور بہت زیادہ اصرار کرتے ہیں۔ یہ ایک برادر کی درخواست ہے جس کا نام محمد علی شومان ہے۔ یہ برادر نبی شیث نامی گاوں کے قریب ایک دیہات کے رہائشی ہیں۔ یہ درخواستیں درود وسلام کے بعد شروع ہوتی ہیں۔

ہمارے سرور و مولا ابوالقاسم حضرت محمد اور ان کی پاکیزہ آل پہ خدا کی رحمت و برکات اور ان پر درود و سلام ہو۔

سید الشہداء امام حسینؑ اور اپنی شہادت کے ذریعے خدا کے دین کو زندہ کرنے والے پر سلام ہو۔

صاحب العصر والزمان امام مہدی پر خدا کی رحمت و برکات اور ان کی ذات پر سلام ہو۔

انقلاب کے بانی اور اسلام کو نجات دینے والے امام خمینی پر خدا کی رحمت و برکات اور ان پر سلام ہو۔

اسلام کے علمبردار قائد سید علی خامنہ ای پر خدا کی رحمت و برکات اور ان پر سلام ہو۔

مقاومت کے سید الشہداء اور ملت کو بیدار کرنے والے سید عباس موسوی، اسی طرح شیخ راغب حرب اور مقاومت اسلامی کے تمام شہدا پر خدا کی رحمت و برکات اور ان پر سلام ہو۔

شہید زندہ ہیں اور انہیں خدا کے ہاں رزق ملتا ہے۔ شہید اہل جنت کے سردار ہیں۔

یہ درخواست عقل، احساسات اور دل کی گہرائی سے حزب اللہ کے جنرل سیکریٹری سید حسن نصر اللہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کے نام لکھی جارہی ہے۔

ہر درخواست کے شروع میں سلامتی اور خیر کی کی دعا ہے۔

آپ پر سلام ہو.................. [یہ مجھ سے مخاطب ہیں، اس کو چھوڑ دیں]

میں چوتھی بار یہ درخواست بھیج رہا ہوں۔ میں یہ درخواست آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تا کہ مجھے اسلام کے دشمنوں کے خلاف فدائی کاروائی کرنے کی اجازت دیں تا کہ میں بیدار وجدان اور خالص نیت کے ساتھ خداوند متعال سے ملاقات کروں۔

میں نے چاہا کہ اس درخواست کو آپ کی خدمت میں بھیجوں تا کہ آپ ان دوستوں کو راضی کرنے میں میری مدد کریں جن کے ذمے اس طرح کی جہادی کاروائیوں کی مسئولیت ہے۔ خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ جلد از جلد مجھے فدائی کاروائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد ایک طولانی بحث اور دعا کی گزارش ہے۔

یہ ایک اور برادر کی درخواست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خط گزارش، تمنا اور اجازت طلب کرنے کے لیے ہے۔ وہ بات اس طرح شروع کرتے ہیں کہ:

آپ پر خداوند متعال کی برکات ورحمت اور سلام ہو۔

اما بعد..................

یہ درخواست گزارش، تمنا اور اجازت طلب کرنے کے لیے ہے۔

میرے سردار سید حسن نصر اللہ!

حبیب اور معشوق کے دیدار کا شوق اور آرزو نے میرے دل میں آگ بھڑکا رکھی ہے۔ زندگی میں اس قید کو تحمل کرنے کا حوصلہ نہیں۔

قافلہ کے سب دوستوں نے سامان سفر باندھ لیا ہے۔ اپنے دوستوں اور بہترین افراد سے ملاقات اور عشق کی بھٹی میں پگھلائے جانے کا بہت مشتاق ہوں۔ مجھے اپنے حبیب سے ملاقات کا شوق ہے۔

اے ابو ہادی آپ پر بے شمار رحمتیں ہوں۔

آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں اور آپ کے پاوں چومتا ہوں، آپ کے پاوں چومتا ہوں،

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

آپ کے پاؤں چومتا ہوں۔

میں آپ کی طرف آیا ہوں اور ہزار بار گزارش کرتا ہوں کہ مجھے کم فرصت میں اور بہت جلد اپنے حبیب کے ساتھ ملاقات یعنی فدائی کاروائی کی اجازت دیں۔اور اس میں خداوند متعال کے ساتھ میرے عشق ومحبت کے پیمانے کو پرکھیں۔

اے خدا!

تیرے عشق کا ایک قطرہ مجھے سیراب کرسکتا ہے لہذا مجھے سیراب کر۔

مجھے سیراب کر اور جو خون میں اپنے بدن سے دوں گا اسے عشق کے قطرے کی مانند قرار دے۔

اس لیے کہ تیرے عشق کے قطرہ قطرہ کی بدولت میرے وجود نے جنم لیا۔

اے ابوہادی آپ پر بے شمار رحمات ہوں۔

ایک عاشق دل کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مجھ میں انتظار کی طاقت وتحمل نہیں رہا۔ میں آپ کے ایک اشارے کی انتظار میں ہوں کہ یہ فدائی کاروائی یہودیوں کے سر پر بجلی بن کے گرے اور عالم ملکوت میں میرے دل کے لیے نورانیت کا باعث بنے۔

میں چاہتا ہوں کہ آگ سے محفوظ رہوں۔ بستر پر موت آنے سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ موت میرے سراغ میں آئے۔ میں مارے جانے سے عشق کرتا ہوں۔ میں شہادت کا عاشق ہوں اور مجھے پسند ہے کہ تیرے سامنے بکھری ہوئی خاکستر کی حالت میں ہوں۔اے میرے حبیب تیرے سامنے مارے جانے سے مجھے لذت ملے گی۔

اے میرے پروردگار!

میں اپنا سب کچھ تیری بارگاہ میں تقدیم کرتا ہوں جبکہ میرے پاس اپنی جان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

میرے سردار سید حسن نصر اللہ!

آپ کو امام زمانہ کا واسطہ مجھے شہادت کے تمغہ سے محروم نہ کریں۔ میں آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ مجھے فراموش اور ترک نہ کریں۔

جو کچھ میں نے آپ سے کھلے لفظوں میں کہا ہے اسے کسی اور سے بیان کرنا میرے لیے بہت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

سخت ہے۔ میں آپ سے واضح لفظوں میں کہتا ہوں کہ جب فدائی کاروائی کے لیے آپ سے الوداع کروں تو آپ کے ہاتھ چوموں گا۔ اے بڑی عظمت کے مالک سید ! یہ سب کچھ آپ کی محبت اور کوشش کی برکت ہے۔

میں آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ میری اس آرزو کو پورا کریں جیسے آپ نے شہید صلاح غندور کی تمنا پوری کی تھی۔

میں آپ سے تقاضا کرتا ہوں، میں آپ سے گزارش کرتا ہوں، میں آپ سے التماس کرتا ہوں۔

ان تمام درخواستوں میں گزارش اور تمنا ہے۔ یہ فدائی مجاہدین کی درخواستوں کے چند نمونہ جات تھے۔

وہ افراد جو فدائی کاروائی انجام دینے کے لیے درخواستیں لکھتے ہیں تو میں ان کا جواب دیتا ہوں۔ میں ان درخواستوں کو اپنے مشیر کے سپرد کرتا ہوں جو سابقہ عسکری مسئول بھی ہیں۔ وہ ان برادران کے ساتھ رابطہ کرتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ان کے ساتھ اپنا رابطہ شروع کرتے اور وہ ضروری کام انجام پاتے ہیں جو میں نے بتائے ہیں۔

فدائی کاروائی اپنی عظمت، برکت اور خصوصی مقام کی وجہ سے بہت بڑی معنوی تاثیر رکھتی ہیں۔ فدائی کاروائی عوامی سطح پر ایمانی، اعتقادی قوت اور جذبات کو بلند رکھتی ہے جبکہ دشمن کے دل میں خوف و وحشت ڈال دیتی ہے۔ ہمیں آج تک کوئی ایسی روش نہیں ملی جو فدائی کاروائی سے زیادہ موثر ہو۔

ہماری نگاہ میں ایک فدائی شہید یا دوسری کاروائی میں ہونے والے شہید کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہم ان شہداء کے گھر والوں پہ خصوصی توجہ دیتے ہیں جبکہ لبنان میں اسی حوالے سے شہید فاونڈیشن بھی اپنی فعالیت کر رہی ہے۔ کئی سال پہلے شہید سید عباس موسوی نے اس منصوبہ کو شروع کیا تھا کہ تمام شہداء کے اہلخانہ کو گھر فراہم کیا جائے۔ ہم شہید کے بیوی اور بچوں کو ان کے حال پہ نہیں چھوڑتے بلکہ ان کے لیے گھر فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی شہید نے اپنی زندگی میں گھر کی تعمیر شروع کر رکھی ہو تو اس عمارت کو مکمل کرنے میں ان کے گھر والوں کی مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان کے گھر والوں کے پاس زمین ہو تو اسی پر گھر بنانے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ بعض شہداء کے گھر والوں کے لیے فلیٹ خریدتے یا ان کی مدد کرتے ہیں۔ ابھی کافی سارے شہداء کے گھر والے، ان کے بیوی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اور بچے ایسے گھروں میں رہائش پذیر ہیں جو ان کی اپنی ملکیت ہیں۔ جب بھی کوئی شہید ہوتا ہے تو ہم اس چیز کا بندوبست اوراس بات کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ عطیات، شرعی وجوہ اور ایران سے آنے والی کچھ امداد کے توسط سے ان کے لیے یہ سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

شہادت کی حسرت:

فدائی مجاہدین کے آخری لحظات کے احساسات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض مطمئن جبکہ بعض آپ کو مضطرب محسوس ہوں گے۔ یہ اضطراب ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ ان کے شرمیلے پن کی وجہ سے ہے۔ جب آپ شہید صلاح غندور کا وصیت نامہ سنیں یا ان کی آخری تصاویر پہ نگاہ کریں تو آپ انہیں بہت مطمئن پائیں گے۔ لیکن جب الوداع کے لیے میرے پاس آیا تو کچھ مضطرب تھا۔ میں نے برادران سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ "یہ اس وجہ سے ہے کہ جب آپ یا آپ جیسے افراد سے ملتا ہے تو بہت شرمیلا اور متواضع ہے"۔ اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ وہ فدائی کاروائی انجام دے گا اور اس بات کی وجہ سے اس میں ہیجان کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

معمولاً کاروائی سے چند دن پہلے فدائی مجاہد آخری وضاحت اور الوداع کرنے کے لیے یہاں پر آتا ہے۔ میں تمام فدائی مجاہدین سے الوداع کے وقت شفاعت کی گزارش کرتا ہوں۔ یہ میرا ہمیشہ کا مطالبہ ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ ابھی آپ شہادت کی طرف جارہے ہیں، خدا کی راہ میں شہید ہوں گے اور خداوند متعال کے نزدیک تمہارا بہت بڑا مقام ہے۔ ہم سیاستدان زیادہ خطاؤں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ شہادت کی توفیق نصیب ہو۔ ممکن ہے بستر پہ مرجائیں اور قیامت کے دن کی صورتحال سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے میں ان سے وعدہ لیتا ہوں کہ قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں۔ البتہ وہ بھی تواضع اور وعدہ کرتے ہیں۔

ان اوقات میں مجھے کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔ مجھے اپنے دنیا میں ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی اور دنیا میں ہوں۔ فدائی مجاہدین کا وجود مجھے ایک اور دنیا میں منتقل کر دیتا ہے۔ جب میں ان کی طرف نگاہ کرتا ہوں کہ یہ کچھ دیر بعد امام حسینؑ اور رسول پاکؐ کے پاس ہوگا تو گویا میں ایک اور عالم کے انسان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہوں اور اس میں پردوں کے ہٹنے کی بھی ضرورت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نہیں۔ یہ افراد در حقیقت خدا کے اولیاء میں سے ہیں۔ ایسا انسان جو اس مرحلہ پر پہنچ جائے تو اس نے واقعا خدا کے علاوہ تمام تعلقات سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ جب آپ خدا کے اولیاء میں سے کسی ولی کے ساتھ ہوں تو آپ کے احساسات کیا ہوں گے؟ اس بات کا میرے ذہن میں آنا طبیعی ہے کہ کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔ ہم ہمیشہ اے کاش کہتے ہیں۔ ہماری مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس دروازے کی چابی ہو اور دوسروں کو اندر جانے کی اجازت دے لیکن خود اندر نہ جا سکتا ہو۔

ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اس سرزمین پہ امام زمانہ کے ظہور کا زمینہ فراہم کریں نیز اس دن کے لیے عوام کو آمادہ اور شرائط فراہم کریں۔ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ایک دن ایسا آئے گا جب ہم قدس میں نماز پڑھیں گے۔ بے شک خداوند متعال سننے والا اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

میں رہبر معظم کا ایک معمولی سپاہی اور حزب اللہ کا ایک چھوٹا سا خادم ہوں۔ حزب اللہ کی طرف منسوب ہونا میرے لیے شرافت اور افتخار کا باعث ہے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ جات:

ضمیمہ نمبر 1:

حزب کتائب لبنان میں دائیں بازو کی ایک افراطی حزب ہے۔ 1926 میں پیر جمیل نے اس کی بنیاد رکھی۔ حزب کتائب لبنان میں مارونی عیسائیوں کو قدرت تک پہنچانے کی فعالیت کرتی تھی۔ اگرچہ حزب کتائب رسمی طور پر ایک سیکولر پارٹی ہے لیکن مارونی عیسائیوں سے منسوب اور انہی کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے۔ 1975 سے 1990 تک لبنان میں ہونے والی خانہ جنگی کا ایک اصلی فریق یہی پارٹی تھی۔ 1982 میں جب ایریل شیرون نے بیروت کا محاصرہ کیا تو حزب کتائب کو قدرت تک پہنچانے کے لیے راستہ ہموار کیا۔ اسی زمانہ میں لبنان کی پارلیمنٹ نے پیر جمیل کے بیٹے بشیر جمیل کو صدر کے طور پر منتخب کیا۔

بروز منگل 14 ستمبر 1982 میں لبنان کا صدر بننے کے نو دن بعد اور حلف اٹھانے سے پہلے بشیر جمیل اپنے 25 افراد کے ہمراہ بیروت کے علاقے اشرفیہ میں واقع حزب کتائب کے دفتر میں ہونے والے بم دھماکہ میں مارا گیا۔ بشیر جمیل کا قتل حزب کتائب کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ بشیر کے قتل کے دو دن بعد اس حزب کے افراد نے قتل کا انتقام لینے کے لیے بیروت میں فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپوں "صبرا" اور "شتیلا" پہ حملہ کر دیا۔ انہوں نے 3500 سے زیادہ فلسطینیوں اور ان کیمپوں میں رہائشی لبنانیوں کا قتل عام کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب خود پیر جمیل شامی انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والے فرد "حبیب شرطونی" کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا۔

ضمیمہ نمبر 2:

سید محمد حسین فضل اللہ 1935 میں نجف کے اندر ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد محترم سید عبد الرؤف کی نگرانی میں مروجہ تعلیم و تربیت کے مراحل طے کیے۔ وہ بچپن سے مکتب میں گئے تا کہ لکھنا، پڑھنا اور قرآن کی قرائت سیکھیں۔ مکتب کو چلانے والے بوڑھے افراد تھے اور وہاں کی سخت فضا ان کے مزاج کے ساتھ سازگار نہ تھی۔ اس کے بعد وہ جلد ہی ایک سکول

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں داخل ہو گئے جس کی ''منتدی النشر'' نامی انجمن نے ایک نئے طرز پہ بنیاد رکھی تھی۔انہوں نے تیسری کلاس میں اس سکول میں داخلہ لیا اور چوتھی کلاس میں سکول بھی ترک کر دیا۔پھر نو سال کی عمر میں دینی تعلیم کا آغاز کر دیا۔سید محمد حسین نے حوزہ میں رائج دروس مثلاً صرف،نحو،معانی،بیان سے لے کر منطق اور اصول فقہ تک اپنے والد سے پڑھا۔اس مرحلہ تک انہوں نے اپنے والد کے علاوہ کسی اور استاد سے نہیں پڑھا۔''کفایۃ الاصول'' کی دوسری جلد پڑھنے کے لیے شیخ مجتبیٰ لنکرانی کے درس میں گئے۔کفایۃ الاصول ختم کرنے کے بعد اس وقت کے مراجع مثلاً سید ابوالقاسم خوئی،سید محسن حکیم،سید محمود شاہرودی اور شیخ حسین حلی کے درس خارج میں شریک ہوئے۔

سید فضل اللہ 1952 میں سترہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے لبنان گئے۔1966 میں ایک مذہبی تنظیم ''اسرۃ التاخی'' کے بانیوں نے سید فضل اللہ کو دعوت دی کہ وہ ان کے پاس آ کر قیام کریں۔انہوں نے دعوت قبول کر لی اور اسی سال اقامت کی نیت سے اپنے اصلی وطن پلٹ آئے۔سید فضل اللہ نے چھ سال کے عرصے تک مقالات لکھے اور کتابیں تالیف کیں۔انہوں نے سید محمد باقر صدر کے ساتھ مل کر عراق میں ایک شیعی تحریک کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا۔سید فضل اللہ اور شہید صدر کی باہمی فکر کے نتیجے میں عراق کے اندر ایک شیعی اسلامی تحریک نے جنم لیا جس کا نام ''حزب الدعوۃ الاسلامی'' تھا۔اس وقت عراق میں اہل سنت کی چند پارٹیاں اور تحریکیں مثلاً اخوان المسلمین اور حزب التحریر الاسلامی وغیرہ موجود تھیں۔

انہوں نے لبنان آنے کے بعد علمی،فرہنگی،ثقافتی اور اجتماعی فعالیت شروع کر دی۔ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام ''المعہد الشرعی الاسلامی'' تھا۔ان کا ہدف دینی تعلیم پڑھنے والے طلاب کی تربیت کرنا مقصود تھی۔وہ اس مدرسہ میں فقہ و اصول کے درس خارج کی تدریس کرتے تھے۔لبنان میں اسلامی مقاومت کی بہت ساری شخصیات اسی مدرسہ کی تربیت یافتہ ہیں۔شیخ راغب حرب اسی مدرسہ کے پہلے طالب علموں میں سے تھے۔انہوں نے بیروت میں ''المعہد الشرعی'' کے علاوہ خواتین کا ایک مدرسہ،صور شہر میں ایک دینی مدرسہ کے علاوہ دمشق میں مدرسہ ''المرتضیٰ'' کی بنیاد رکھی۔ان کی ابھی تک ستر موضوعات سے زیادہ [جو مجموعی طور پر سو جلدوں سے زیادہ بنتی ہیں] کتابیں چھپ چکی ہیں۔ان کی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بعض کتابیں ان کی تقاریر کا مجموعہ جبکہ بعض فقہ و اصول کے درس خارج کی تقریرات ہیں جوان کے شاگردوں کے توسط سے جمع کی گئی ہیں۔انہوں نے لبنان کے معاشرہ میں اسلام کے سیاسی پہلو کو بیان کیا۔یہاں تک کہ سیاسی اسلام کی طرف جھکاو اور عوامی ہونا ان کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے۔میڈیا ہمیشہ سید فضل اللہ کو حزب اللہ کے معنوی رہبر کے عنوان سے یاد کرتا ہے لیکن خود وہ ہر سیاسی گروہ کے ساتھ اپنے تنظیمی رابطے کورد کرتے اور کہتے تھے کہ" مجھے یہ عنوان اس لیے دیا جاتا ہے کہ اکثر یہ مومن اور مبارز برادران میری امامت میں منعقد ہونے والے نماز جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے یا میرے دروس اور تقاریر میں حاضر ہوتے ہیں جس سے یہ ذہن میں آتا ہے کہ میں ان کا رہبر ہوں"۔علامہ سید محمد حسین فضل اللہ بروز اتوار 4 جولائی 2010 بیروت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ضمیمہ نمبر3:

حزب امل: لبنان میں شیعوں کی ایک بہترین حزب ہے۔1974 میں اس حزب کی بنیاد امام موسیٰ صدر نے رکھی ۔لبنان کی خانہ جنگی میں حزب امل ایک فریق تھی۔ابھی حزب امل کے جنرل سیکرٹری نبیہ بری ہیں۔

لبنان میں 1932 میں فرانس کی حمایت سے ہونے والے انتخابات میں شیعوں کو کوئی امتیاز نہ دیا گیا۔تمام سیاسی ،اقتصادی اور اجتماعی اختیارات مارونی عیسائیوں کے اختیار میں دیے گئے۔1943 میں ہونے والے میثاق ملی میں بھی اکثریت شیعوں کے مطالبات کو مدنظر نہ رکھا گیا۔شیعوں کی پندرہ سالہ کوشش کے بعد عسکری اور کسی حد تک حکومتی طاقت کے نتیجے میں 1990 میں معاہدہ طائف ہوا جس کے نتیجے میں شیعوں کو سیاسی میدان میں کسی حد تک فعالیت کا موقع فراہم ہوا۔

19 اور 20 صدی میں مقتدر رہبر نہ ہونے کی وجہ سے شیعوں کو سرکوب کیا گیا۔شیعہ ہونے کی وجہ سے تشیع کی تحقیر اور تبعیض روا رکھی جاتی تھی۔ان شرائط میں شیعوں نے اپنی تحقیر اور تبعیض کا ازالہ کرنے اور غالباً اقتصادی فقر کی وجہ سے بائیں بازو کی اور کمیونسٹ جماعتوں کی طرف مائل ہونا شروع کر دیا۔یہ احزاب اپنا عسکری ونگ شیعوں سے تشکیل دیتی تھیں۔یہ احزاب کسی بھی لڑائی اور جنگ سے گریز نہیں کرتی تھیں۔بعض شیعہ مذہبی اور سیاسی رجحان رکھنے والی تنظیموں میں جذب ہونے کے علاوہ اپنا مذہب

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بھی تبدیل کر دیتے تھے۔ درحقیقت امل کے وجود میں آنے سے لبنان کی سیاسی فرہنگ میں تشیع کا ایک با ہدف حرکت پہ اطلاق ہوا جو خاص اصول وضوابط پہ استوار ہے۔

امل نے لبنانی عوام کو آگاہی دینے کے ساتھ یہ بتایا کہ شیعہ اور ہر محروم انسان چاہے وہ جس بھی گروہ سے تعلق رکھتا ہو یہ دونوں ایک ہی طرز تفکر کی قربانی ہیں۔ یہ ایسا طرز تفکر ہے جس میں مختلف حربوں کے ذریعے جوانوں کو انحطاط اور پستی کی طرف لے جانا، اقوام کا آپس میں اور خود ان کے درمیان اختلافات ایجاد کرنا ہے۔ شیعہ اور جنوب کے لوگ سکونت، سیکورٹی، صحت اور آبادکاری کے لحاظ سے بدترین شرائط میں زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے علاوہ لبنان میں سخت اور مشقت والے کام مثلا مزدوری وغیرہ شیعہ انجام دیتے تھے۔ درحقیقت حکومتی طبقہ ایک طرف اقتصادی دباو اور دوسری طرف غیر اسلامی فرہنگ کو رائج کر کے مسلمان اور شیعہ ہونے سے متنفر کرنے کے درپے تھا۔ اسی طرح طائفہ کی اصالت یعنی خاندان کی اساس کو کھوکھلا کرنے کی طرف قدم اٹھا رہا تھا۔

لبنان میں امام موسیٰ صدر کے جانے سے شیعوں میں رہبریت کا خلا پر ہو گیا۔ 60 سے لے کر 70 کی دہائی تک موسیٰ صدر اپنے اقدامات کے ذریعے طائفہ کی زندگی میں بنیادی تغییرات کا باعث بنے۔ ان کے عمدہ اقدامات مندرجہ ذیل ہیں:

1: شیعوں کی اقتصادی اور فرہنگی صورتحال بہتر بنانے کے لیے مراکز اور اداروں کا قیام۔

2: لبنان کے شیعوں کی مجلس اعلیٰ کا قیام۔ یہ شیعیان کا پہلا قانونی مرکز تھا جس کا ہدف طائفہ سے مربوط امور کو منظم کرنا تھا۔

3: مرکزی حکومت سے امتیازات کا حصول۔

4: لبنان میں صلح ایجاد کرنے کی غرض سے مختلف ممالک کے سربراہان سے رابطہ قائم کرنا۔

5: لبنان کی تمام جغرافیائی سرحدوں اور اس کے استقلال کی حفاظت کرنا۔

6: شیعیان کی پہلی غیر سرکاری تنظیم کا قیام [حرکت المحرومین]

7: شیعیان کی پہلی نیم فوجی تنظیم کا قیام [امل]

تمام گروہوں نے پہلے سے ہی اپنے نیم فوجی دستوں کو تشکیل دیا ہوا تھا اور جنگ کی صورت میں

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اپنے مفادات کے لیے انہیں آگے بھیجتے تھے۔ سید موسیٰ صدر نے ڈاکٹر مصطفیٰ چمران کی مدد سے شیعہ فوجی دستوں کو تشکیل دیا۔ خود مصطفیٰ چمران نے مصر سے گوریلا جنگ کی تربیت لی ہوئی تھی۔ اس تنظیم نے شیعہ جوانوں کو آمادہ کر کے لبنان کے سیاسی میدان کو متاثر کیا۔ مختلف نشیب و فراز کے بعد تین دہائیوں کے عرصے سے آج بھی اس کی تاثیر باقی ہے۔

لبنان میں ہونے والی متعدد خانہ جنگی کے دوران حزب امل دائیں اور بائیں بازو کی جماعتوں سے لڑتی رہی جو میدان میں تشیع کے عسکری وجود پر معترض تھے۔ اس کے ردعمل میں لبنان کے سیاسی میدان سے رہبریت اور فعال اراکین کا جسمانی طور پہ غائب کیا جاتا ہے۔ امل نے خانہ جنگی کے ابتدائی سالوں میں مجبور ہوکر "فلسطین کی آزادی بخش تنظیم" کی حفاظت کے لیے جنگ میں حصہ لیا اور تمام امکانات کے ساتھ مارونیوں کے مقابلہ میں ساف کا دفاع کیا۔

امام موسیٰ صدر کے اغوا اور سیاسی منظر سے غائب ہونے کی وجہ سے تنظیم تحولات کا شکار ہو گئی۔ موسیٰ صدر کی غیبت سے اس تنظیم کی سیاست میں تبدیلی آ گئی۔

نئی قیادت نے ٹیکنو کریٹ عناصر سے استفادہ کرتے ہوئے اس تنظیم کی عسکری لائن کو ڈپلومیسی کے ساتھ ملا دیا۔ 1982 میں "نجات کمیٹی" کے اجلاس میں اس تنظیم کا قائد نبیہ بری موجود تھا جس میں امل نے جنوب کو تجاوز سے بچانے کے لیے اسرائیل کے خلاف جنگ نہ کرنے کی حمایت کی۔ یہی بات تنظیم کے اندر بحران کا باعث بنی۔

امل کا لفظ [افواج المقاومہ البنانیہ] کا مخفف ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں امل کا لفظ "امید" کا معنی دیتا ہے۔

ضمیمہ نمبر 4:

سید موسیٰ صدر نے بروز پیر 4 جون 1928 میں مقدس شہر قم میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد سید صدرالدین صدر جو حوزہ علمیہ قم کے بانی اور اپنے زمانہ کے عالیقدر مرجع آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری کے جانشین اور ان کے دادا سید اسماعیل صدر جو اپنے زمانہ کے جلیل القدر مرجع مرزا حسن شیرازی کے جانشین تھے۔ ان کے نانا سید ابوالحسن اصفہانی کے جانشین اور مشہد میں رضا خان کے خلاف ہونے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اپنے مفادات کے لیے انہیں آگے بھیجتے تھے۔ سید موسیٰ صدر نے ڈاکٹر مصطفی چمران کی مدد سے شیعہ نیم فوجی دستوں کو تشکیل دیا۔ خود مصطفی چمران نے مصر سے گوریلا جنگ کی تربیت لی ہوئی تھی۔ اس تنظیم نے شیعہ جوانوں کو آمادہ کر کے لبنان کے سیاسی میدان کو متاثر کیا۔ مختلف نشیب و فراز کے بعد تین دہائیوں کے عرصہ سے آج بھی اس کی تاثیر باقی ہے۔

لبنان میں ہونے والی متعدد خانہ جنگی کے دوران حزب امل دائیں اور بائیں بازو کی جماعتوں سے لڑتی رہی جو میدان میں تشیع کے عسکری وجود پر معترض تھے۔ اس کے ردعمل میں لبنان کے سیاسی میدان سے رہبریت اور فعال اراکین کا جسمانی طور پہ غائب کیا جانا ہے۔ امل نے خانہ جنگی کے ابتدائی سالوں میں مجبور ہو کر "فلسطین کی آزادی بخش تنظیم" کی حفاظت کے لیے جنگ میں حصہ لیا اور تمام امکانات کے ساتھ مارونیوں کے مقابلہ میں ساف کا دفاع کیا۔

امام موسیٰ صدر کے اغوا اور سیاسی منظر سے غائب ہونے کی وجہ سے تنظیم تحولات کا شکار ہو گئی۔ موسیٰ صدر کی غیبت سے اس تنظیم کی سیاست میں تبدیلی آ گئی۔

نئی قیادت نے ٹیکنوکریٹ عناصر سے استفادہ کرتے ہوئے اس تنظیم کی عسکری لائن کو ڈپلومیسی کے ساتھ ملا دیا۔ 1982 میں "نجات کمیٹی" کے اجلاس میں اس تنظیم کا قائد نبیہ بری موجود تھا جس میں امل نے جنوب کو تجاوز سے بچانے کے لیے اسرائیل کے خلاف جنگ نہ کرنے کی حمایت کی۔ یہی بات تنظیم کے اندر بحران کا باعث بنی۔

امل کا لفظ [افواج المقاومہ البنانیہ] کا مخفف ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں امل کا لفظ "امید" کا معنی دیتا ہے۔

ضمیمہ نمبر 4:

سید موسیٰ صدر نے بروز پیر 4 جون 1928 میں مقدس شہر قم میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد سید صدرالدین صدر جو حوزہ علمیہ قم کے بانی اور اپنے زمانہ کے عالیقدر مرجع آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری کے جانشین اور ان کے دادا سید اسماعیل صدر جو اپنے زمانہ کے جلیل القدر مرجع مرزا حسن شیرازی کے جانشین تھے۔ ان کے نانا سید ابوالحسن اصفہانی کے جانشین اور مشہد میں رضا خان کے خلاف ہونے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

والے قیام میں قیادت کی۔ موسیٰ صدر میٹرک اور حوزوی علوم کی مقدمات پڑھنے کے بعد 1943 میں رسمی طور پر حوزہ علمیہ قم میں آ گئے۔ انہوں نے مختصر مدت میں سید محمد باقر سلطانی طباطبائی، شیخ عبدالجواد عاملی، امام خمینی اور سید محمد محقق داماد سے استفادہ کرتے ہوئے سطح کے دروس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وہ 1947 کی ابتدا میں درس خارج میں شریک ہوئے اور 1959 کے آخر تک حوزہ علمیہ قم اور نجف کے بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ان کے قم میں درس خارج کے اصلی اساتذہ سید حسین طباطبائی بروجردی، محقق داماد، صدر اور سید محمد حجت جبکہ نجف میں سید محسن حکیم، سید ابوالقاسم خوئی، شیخ حسین حلی اور شیخ مرتضیٰ آل یسین تھے۔ امام موسیٰ صدر نے قم میں فلسفہ کے دروس سید رضا صدر اور علامہ سید محمد حسین طباطبائی جبکہ نجف میں شیخ صدرا بادکوبہ ای سے پڑھے۔

امام موسیٰ صدر نے حوزوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم بھی پایہ تکمیل تک پہنچائی۔ 1950 میں سب سے پہلے دینی طالب علم کے طور پر "حقوق در اقتصاد" کے موضوع میں تہران یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور 1953 میں فارغ التحصیل ہوئے۔ انہوں نے نجف اشرف جانے سے پہلے علامہ طباطبائی کی طرف سے ایک رسالہ "انجمن تعلیمات دینی" کی نظارت کرنے کی مسئولیت اپنے کندھوں پہ لی۔ حوزہ علمیہ نجف میں پڑھائی کے ساتھ جمعیت "منتدی النشر" کی ٹرسٹ کے رکن بن گئے۔ واپس قم آنے کے بعد ایک مدرسہ کو چلانے کے ساتھ ساتھ ایک نئے رسالہ "مکتب اسلام" کے چیف ایڈیٹر بن گئے۔ قم میں اقامت کے آخری سالوں میں ان کے اہم اقدامات میں سے حوزہ علمیہ کے تعلیمی نظام کی اصلاح کے لیے ایک وسیع منصوبہ تھا جو شہید ڈاکٹر بہشتی اور آیت اللہ مکارم شیرازی کے ساتھ باہمی صلاح مشورہ کے نتیجہ میں بنایا گیا تھا۔

امام موسیٰ صدر نے 1959 کے آخر میں آیت اللہ بروجردی اور شیخ مرتضیٰ آل یسین کے کہنے پر اور شیعیان لبنان کے مرحوم رہبر سید عبدالحسین شرف الدین کی وصیت پر لبیک کہا اور اس مرحوم کے جانشین کے طور پر اپنی مادری سرزمین ایران کو لبنان کے لیے ترک کیا۔ ان کی ہجرت کے اصلی اہداف لبنانی تشیع کے سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور فرہنگی امور کی اصلاح اور انسانیت کے ساتھ محبت کرنے والے مکتب اہل بیت کا پوری دنیا کے سامنے تعارف کروانا مقصود تھا۔ امام موسیٰ صدر نے ان اہداف تک

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

پہنچنے کے لیے اس علاقہ اور دنیا میں لبنان کی سیاسی اور جغرافیائی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ابتدا ہی سے تین مختلف سمتوں میں اپنی فعالیت کا آغاز کیا۔

تشخص، اتحاد اور لبنانی تشیع کی تاریخی عزت:

1959 میں لبنان کے شیعہ نشین علاقوں میں دینی اور فرہنگی فعالیت شروع کرنے کے ساتھ ساتھ لبنانی تشیع کی اقتصادی، اجتماعی اور فرہنگی میدان میں پسماندگی کے اسباب جاننے کے لیے گہرے مطالعات کا آغاز کیا۔ امام موسیٰ صدر نے 1960 میں ایک فلاحی تنظیم "البر والاحسان" کے ذریعے ایک منصوبہ بنایا جس کے نتیجہ میں غریب خاندانوں کی مالی ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ غربت کو صور شہر اور اس کے اطراف سے خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے 1961 سے 1969 تک ایک درمیانی مدت پر مشتمل منصوبہ کے تحت پورے لبنان کے شہروں اور دیہاتوں کے درمیان ہر سال لاکھوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے دسیوں فلاحی تنظیمیں، فرہنگی، تعلیمی اور ٹیکنیکل ادارے بنائے۔ جس کے نتیجے میں ملازمتیں، ہزاروں فقیر خاندانوں کا اقتصادی لحاظ سے خودکفیل ہو جانا، شرح خواندگی میں اضافہ، عمومی فرہنگ میں رشد اور محروم علاقوں میں آبادکاری کے سینکڑوں چھوٹے اور بڑے پراجیکٹ کا آغاز ہوا۔

سید موسیٰ صدر نے عظیم اجتماعات اور لبنان کے شیعوں کی بھرپور آمادگی اور حمایت کے بعد 1966 میں حکومت سے یہ رسمی درخواست کی کہ اس ملک میں دوسرے اقوام و مذاہب کی طرح شیعہ قوم کی بھی ایک مجلس ہونی چاہیے۔ ان کے طویل المیعاد منصوبے کا پہلا حصہ مجلس اعلیٰ اسلامی شیعیان' کا قیام تھا۔ جون 1969 کے آغاز میں مجلس اعلیٰ کی بنیاد رکھی گئی اور اکثریت آراء سے وہ خود اس کے سربراہ منتخب ہوئے۔ امام موسیٰ صدر نے 1969 سے 1973 تک لبنان کی حکومت سے مذاکرات کیے کہ وہ محروم اور شیعہ نشین علاقوں میں قانونی وظائف اور بنیادی پراجیکٹ پہ عمل کرے لیکن حکومت نے ان کے مطالبات تسلیم نہ کیے۔ امام موسیٰ صدر نے حجت تمام کرنے کے لیے 1974 میں حزب محرومین کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد عوام نے حکومت کے خلاف صیدا، صور اور بعلبک میں بہت بڑے مظاہرے کیے۔

جب اپریل 1975 میں لبنان کے اندر خانہ جنگی کا آغاز ہوا تو امام موسیٰ صدر نے اس بحران کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے اسی سال بیروت کی عاملیہ مسجد میں بھوک ہڑتال کی اور تمام

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مذاہب کے درمیان عوامی مشروعیت اور وسیع مقبولیت کے باعث امن کا بول بالا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب دوبارہ جنگ کے شعلے بلند ہوئے اور مسلمانوں کی شکست کے آثار نمایاں ہوئے تو امام موسیٰ صدر نے مئی 1976 میں حافظ اسد کو مجبور کیا کہ وہ لبنان میں شامی فورسز بھیجے تا کہ طاقت کا توازن برقرار اور ملک میں امن کو پلٹایا جا سکے۔ مصر کے شام کے ساتھ اختلافات حل کرنے اور اس کے بعد اکتوبر 1976 میں ریاض کے اندر ہونے والی کانفرنس ایک سرد پانی کی مانند تھی جو امام موسیٰ صدر نے لبنان کی خانہ جنگی پہ ڈال دیا۔ جب تک امام موسیٰ صدر لبنان میں رہے اس وقت تک امن بھی باقی رہا۔

لبنان میں ادیان کے ساتھ گفتگو اور تقریب مذاہب:

امام موسیٰ صدر کا اسٹراٹیجک ہدف یہ تھا کہ لبنان کے شیعوں کو دوسروں پر مقدم نہیں بلکہ دوسرے گروہوں کی طرح ان کو سیاسی، اجتماعی، فرہنگی اور اقتصادی میدان میں شریک کریں۔ انہوں نے 1959 میں لبنان کی طرف ہجرت کے پہلے ایام میں یہ نعرہ [گفتگو، افہام و تفہیم اور مل جل کے زندگی گزارنا] بلند کیا۔ انہوں نے مسیحیت اور اہل سنت کے مذہبی سربراہان مثلاً مطران یوسف الخوری، مطران جرج حداد، محی الدین حسن وغیرہ کے ساتھ دوستانہ روابط اور بھائی چارے کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کی فضا قائم کی۔ امام موسیٰ صدر لبنان میں دو دہائیوں تک رہے اور اس عرصہ میں شیعہ قوم کی خوشی یا غمی کا کوئی ایسا پروگرام نہیں ہوتا تھا کہ جس میں سید موسیٰ صدر شریک ہوں جبکہ ان کے ساتھ مسیحی اور اہل سنت برادری کے چند سرکردہ افراد نہ ہوں۔

1962 کے آخر میں مطران گریگوار حداد صور میں آیا اور انہیں تحریک "حرکت اجتماعی" کی ٹرسٹ کا رکن بننے کی دعوت دی۔ 1962 کے آخر میں امام موسیٰ صدر نے وسیع پیانے پر کلیسا، دیر اور عیسائیوں کی دینی اور فرہنگی محفلوں میں جانا شروع کر دیا۔ جنوب میں دیر المخلص کے اندر امام موسیٰ صدر کی تاریخی گفتگو اور 1963,1962 میں لبنان کے شمال میں مار مارون نامی کلیسا کے اندر تقاریر نے عیسائیوں پر گہرے معنوی اثرات چھوڑے۔ انہوں نے 1965 میں ایک فرہنگی ادارے "الندوة اللبنانیہ" میں اسلام اور مسیحیت کے درمیان گفتگو کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں دونوں الٰہی ادیان کے علماء شریک ہوتے تھے۔ عربوں اور اسرائیل کے درمیان چھ روزہ جنگ کے بعد 1965 میں پاپ سے ملنے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

گئے۔ابتدا میں یہ ملاقات آدھ گھنٹہ طے ہوئی تھی لیکن پاپ کے تقاضا کی وجہ سے دو گھنٹے سے بھی زیادہ طول پکڑ گئی۔

امام موسیٰ صدر نے 1969 میں مجلس اعلیٰ شیعیان کے افتتاح کے فوراً بعد اہل سنت کے مفتی شیخ خالد حسن کو دعوت دی تا کہ مل کے اسلامی شعائر، عیدوں اور اسلامی گروہوں کی اجتماعی فعالیت کے بارے تدابیر سوچ سکیں۔انہوں نے 1970 میں قاہرہ کے اندر "مجمع بحوث اسلامی" کے اجلاس میں اس طرح کا ایک لائحہ عمل پیش کیا اور اس کے بعد وہ اس کمیٹی کے مستقل رکن بن گئے۔انہوں نے 1970 میں جنوب لبنان کے مسیحی اور مسلم مذہبی راہنماؤں کو جنوب کا دفاع کرنے والی کمیٹی کے عنوان سے جمع کیا تا کہ صیہونیوں کے تجاوز کے مدمقابل راہ حل سوچ سکیں۔امام موسیٰ صدر نے 1976 میں بیروت سے شائع ہونے والے اخبارات کے ایڈیٹرز کے اجتماع میں وضاحت کے ساتھ یہ پیشین گوئی کی جس میں بیسویں اور اکیسویں صدی کو مختلف ادیان، مذاہب، فرہنگ اور تمدنوں کے درمیان فاصلے ختم ہونے اور صلح کے ساتھ مل جل کے رہنے کا نام دیا۔اس ہدف کے لیے ایک کامیاب نمونہ کے طور پر لبنان کی تاریخی ذمہ داری کو بیان کیا۔

اسرائیلی تجاوز کے مدمقابل محکم معاشرے کا قیام:

امام موسیٰ صدر نے 1964 کو فلسطینی تحریک "الفتح" کی بنیاد سے ایک سال پہلے لبنان کے بے حس معاشرہ کو صیہونیوں کے تجاوز کے خلاف ایک مقاوم معاشرے میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔انہوں نے 1965 میں شیعہ نوجوانوں کے ایک گروہ کو مصر بھیجا تا کہ وہاں سے چھ مہینے کی عسکری تربیت لیں۔یہی جوان لبنان کی مقاومت کا پہلا گروہ تھے۔انہی جوانوں کی واپسی کے بعد فلسطین کے مقبوضہ شمال میں فلسطینی اور لبنانی مجاہدین نے مل کر کاروائیاں کرنی شروع کر دیں۔ان مجاہدین میں اکثریت لبنان کے شیعہ جبکہ کمانڈر کی ذمہ داری فلسطینی مجاہدین کے ذمے تھی۔اس طرح کی مشترکہ کاروائیاں 1972 تک جاری رہیں۔صیہونیوں کے خلاف ایذائی کاروائی میں سب سے پہلے شیعہ شہید کا تعلق سرحدی شہر ناقورہ سے تھا جو 1968 میں شہادت کے مقام پر فائز ہوئے۔

اکتوبر 1969 میں جبل عامل کے صنعتی انسٹیوٹ نے رسمی طور پہ کام کرنا شروع کر دیا۔جب

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

1970 میں صیہونیوں نے جنوب لبنان پہ شدید بمباری کی اور اس وقت کی حکومت نے مناسب عکس العمل نہ دکھایا تو امام موسیٰ صدر کی دعوت پر لبنان میں بھوک ہڑتال کی گئی جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ حکومت نے مجبور ہو کر جنگی علاقوں کی تعمیر نو اور وہاں پر محفوظ پناہ گاہیں بنائیں۔ اکتوبر 1972 میں صہیونیوں نے دو دیہاتوں قانای جلی اور جویا پر قبضہ کرلیا۔اس واقعہ کے بعد مجلس اعلیٰ شیعیان نے 24 گھنٹے کے اندر جویا میں اپنے تمام اراکین کے ساتھ ایک ایمرجنسی میٹنگ بلائی۔اسی دن امام موسیٰ صدر کے توسط سے لبنانی مقاومت کا بیج بویا گیا۔اس حادثہ کے ایک مہینہ بعد جب صیہونی فورسز نے جنوب میں فاووق نامی گاوں پہ تجاوز کیا تو جواب میں لبنانی مقاومت کی پہلی غیر رسمی کاروائی عمل میں آئی جس میں چند اسرائیلی قتل اور زخمی ہوئے۔

1975 میں بقاع کے پہاڑوں میں عین البنیہ کے ٹریننگ سنٹر میں بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجہ میں 27 شیعہ جوان شہید ہوگئے تو اس کے بعد امام موسیٰ صدر نے رسمی طور پر لبنانی مقاومت کے گروہ کا اعلان کیا۔1976 کے آخر میں اسرائیلی تجاوز کے خلاف لبنانی مقاومت نے پہلی اور بہت بڑی کاروائی کی جس میں چند دن کی جنگ کے بعد طیبہ اور بنت جبیل کے قصبوں کو آزاد کروالیا۔1978 میں اسرائیل نے جنوب لبنان پر بہت بڑا حملہ کیا جس میں بائیں بازو کی پارٹیوں اور فلسطینی گروہوں کی عقب نشینی کے باوجود لبنانی مقاومت اور صنعتی انسٹیوٹ کے طالب علموں نے مقبوضہ علاقہ میں مقاومت کا مظاہرہ کیا اور بہت کم امکانات اور سہولیات کے باوجود صیہونیوں کے خلاف جوان مردی سے کام لیا۔

انقلاب اسلامی ایران:

اگرچہ امام موسیٰ صدر نے اپنی فعالیت کا اصل مرکز لبنان کو قرار دیا تھا لیکن وہ کبھی بھی عالم اسلام کے مسائل سے غافل نہیں تھے۔لبنان سے باہر ایران میں اسلامی انقلاب، حوزہ علمیہ کا تحفظ اور بقاء، اسرائیل کے ساتھ مقابلہ کے لیے اسلامی عربی اتحاد اور افریقہ میں تشیع کے پھیلاو جیسے امور پہ ان کی توجہ تھی۔جب 1963 میں امام خمینی کو گرفتار کیا گیا تو امام موسیٰ صدر نے یورپ اور شمال افریقہ کی طرف سفر کیا تا کہ واٹیکن اور الازہر کے ذریعے ایران کے شاہ پر دباؤ ڈالا جا سکے تا کہ وہ امام کو آزاد کرے۔امام خمینی کی آزادی اور امام موسیٰ صدر کے اس سفر کے اختتام پر آیت اللہ خوئی نے وضاحت سے کہا کہ "امام

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کی آزادی، ہر چیز سے زیادہ موسیٰ صدر کے سفر کے مرہون منت ہے"۔ جب 1964 میں امام کو ترکی کی طرف جلاوطن کیا گیا تو موسیٰ صدر نے اس سے ملتے جلتے اقدامات انجام دیے تاکہ امام کی سیکورٹی کے ساتھ ساتھ انہیں مقدس مقامات پر منتقل کرنے کے مقدمات فراہم کیے جائیں۔ چالیس کی دہائی کے دوسرے حصے میں اور لبنانی مقاومت کی پہلی عسکری کیڈر تیار ہونے کے بعد دسیوں ایرانی مجاہدین لبنان گئے اور وہاں سے عسکری تربیت لی۔ چالیس کی دہائی کے آخر میں اور مجلس اعلیٰ شیعیان کی بنیاد کے ساتھ نجف میں مقیم ایرانی فضلاء کے جواب میں امام خمینی نے شاہ کے بعد حکومت چلانے کے لیے امام موسیٰ صدر کو اپنی امید کہا۔ 1971 میں مراجع وقت کے تقاضا کے مطابق امام موسیٰ صدر نے شاہ کے ساتھ بعض سیاسی قیدیوں کے بارے بات چیت کی۔ انہی قیدیوں میں ہاشمی رفسنجانی بھی تھے جو کچھ عرصہ بعد جیل سے رہا ہو گئے۔ 1971 میں حافظ اسد کو قدرت ملی تو ان کا موسیٰ صدر کے ساتھ آپس میں تعاون پہ مبنی بہت قریبی رابطہ بن گیا جس کی بنا پر شام، ایرانی مجاہدین کے لیے مشرق وسطیٰ کا پر امن ملک بن گیا۔

1977 میں مصطفیٰ خمینی کی شہادت کے بعد انہوں نے اپنے چچازاد بھائی شہید محمد باقر صدر سے کہا کہ پہلے سے بھی زیادہ امام خمینی کی حمایت کے لیے قیام کریں۔ 1978 میں امام موسیٰ صدر نے بیروت میں لی مونڈ اخبار کے رپورٹر "لوسین ژرژ" کو نجف بھیجا تاکہ امام خمینی سے پہلا بین الاقوامی انٹرویو لے جس میں دنیا والوں کی افکار کو ایران کے اسلامی انقلاب سے آشنا کیا جا سکے۔ امام صدر نے 1978 میں شام، سعودیہ اور بعض دوسرے عرب ممالک کے راہنماوں کے ساتھ متعدد ملاقاتوں میں ایران کے اسلامی انقلاب کی اہمیت، جلد ہی اس کی کامیابی اور اس انقلاب کے ساتھ ہم پیمان ہونے پر زور دیا۔ انہوں نے 1978 میں اپنے اغواء ہونے سے ایک ہفتہ قبل لی مونڈ اخبار میں "ندای پیامبران" کے عنوان سے ایک مقالہ نشر کیا جس میں انہوں نے امام خمینی کا اسلامی انقلاب کے رہبر کے طور پر تعارف کروایا۔ بے شک ان کی انقلاب اسلامی کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ انہوں نے لبنان میں دو دہائیاں اسلام کی خوبصورت اقدار کی ترویج کے بعد اس ملک کے شیعیان اور اس مقاومتی کیڈر کو انقلاب سے آشنا اور مربوط کیا۔

آخری سفر:

امام موسیٰ صدر 25 اگست 1978 میں عرب ممالک سے دورہ جات کے آخر میں معمر قذافی کی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

باقاعدہ دعوت پہ لیبیا گئے اور 25 اگست کو اغوا ہو گئے۔لبنان اور اٹلی کی عدالتوں نیز وائیکن کی جانب سے ہونے والی تحقیقات میں لیبیا کے اس دعویٰ کی رسمی طور پر تکذیب کی گئی کہ امام موسیٰ صدر لیبیا سے نکل کر روم میں داخل ہوئے ہیں۔دو دہائیوں میں حاصل ہونے والی آشکار اور مخفی اطلاعات کے مطابق امام موسیٰ صدر قطعاً لیبیا سے خارج نہیں ہوئے۔

ضمیمہ نمبر 5:

مصطفی چمران کی 1932 میں تہران میں ولادت ہوئی۔انہوں نے تہران یونیورسٹی سے پہلی پوزیشن لی اور سکالرشپ پہ اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ چلے گئے۔انہوں نے ٹیکساس یونیورسٹی سے الیکٹریسٹی میں ایم فل اور برکلے یونیورٹی سے پہلی پوزیشن کے ساتھ فزکس پلاسما اور الیکٹرانک میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر چلے گئے اور وہاں پر مسلح جنگ کی تربیت کے لیے پہلے ٹریننگ سنٹر کی بنیاد رکھی۔انہوں نے جمال عبدالناصر کے دور میں دو سال گوریلا جنگ کی سخت ٹریننگ لی اور اس میں بھی ہونہار شاگرد کے طور پر منتخب ہوئے۔

1971 میں امام موسیٰ صدر تہران آئے اور صور شہر میں جس سکول کی بنیاد رکھی تھی اسے چلانے کے لیے ایک تجربہ کار انجنیر کا تقاضا کیا۔جب موسیٰ صدر کا ڈاکٹر چمران سے رابطہ ہوا تو انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا اور سب کچھ ترک کر کے لبنان چل دیے۔انہوں نے لبنان میں امام موسیٰ صدر کے ساتھ فرہنگی اور گوریلا ٹریننگ دینے کی فعالیت انجام دینے کے ساتھ ساتھ جبل عامل میں صنعتی انسٹیوٹ کی مدیریت سنبھالی۔چمران کے اہداف میں سے ایک یہ تھا کہ لبنان میں ایرانی مجاہدین کے لیے ایک مستقل ٹریننگ سنٹر بنایا جائے جس میں انہیں گوریلا جنگ کی تربیت دی جائے۔چمران نے امام موسیٰ صدر کی مدد سے حرکۃ المحرومین اور اس کے عسکری ونگ امل کی بنیاد رکھی۔انہوں نے اسی زمانہ سے سٹوڈنٹس کی اسلامی انجمنوں کی طرز پہ اسلامی آئیڈیالوجی کا درس دینے کے لیے کلاسز کا بندوبست کیا۔1978 میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایران آ گئے اور سعد آباد میں سپاہ پاسداران کے پہلے گروہ کو ٹریننگ دی۔کردستان میں مرکزی حکومت سے جنگ کرنے والے علیحدگی پسند عناصر کا مقابلہ کرنے کے لیے وہاں گئے۔ان واقعات کے بعد انہیں تہران میں بلایا گیا اور امام خمینی کی طرف سے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

وزیر دفاع کے منصب پر فائز ہوئے۔ مجلس شوریٰ اسلامی کے پہلے انتخابات میں تہران سے اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ایران وعراق جنگ کے شروع ہوتے ہی میدان جنگ کا رخ کیا اور سید علی خامنہ ای کے ساتھ مل کر گوریلا جنگ کا مرکز تشکیل دیا۔ 1980 میں چمران سوسنگرد کو آزاد کروانے کے لیے بے جگری سے لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ انہوں نے غنیمت کے طور پر دشمن سے چھینے ہوئے فوجی ٹرک میں خود کو ہسپتال پہنچایا اور داخل ہو گئے لیکن وہ ایک رات سے زیادہ ہسپتال میں نہ رہے اور اگلے دن گوریلا جنگ کے مرکز میں چلے گئے۔ وہ دوبارہ 21 جون 1981 میں دہلاویہ میں ایرج رستمی کی شہادت کے بعد فرنٹ لائن پر نئے کمانڈر کا تعارف کروانے گئے۔ وہ دشمن کی طرف سے مارٹر 60 کا گولہ گرنے اور سر پر اسی کے ٹکڑے لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے۔ انہیں سوسنگرد کے ہسپتال میں ابتدائی طبی امداد پہنچائی گئی۔ اس کے بعد ایمبولینس نے اہواز کی طرف حرکت کی لیکن راستہ میں ہی ان کی روح ملکوت اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ وہ انقلاب کے امور میں نگران وزیر اعظم کے معاون، اسمبلی میں تہران کے منتخب نمائندہ، دفاعی شوریٰ میں امام خمینی کے نمائندہ اور گوریلا جنگ کے کمانڈر رہے تھے۔

ضمیمہ نمبر 6:

سید محمد باقر صدر یکم مارچ 1935 میں عراق کے شہر کاظمین میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سید حیدر صدر عاملی اور ان کی والدہ شیخ عبدالحسین آل یسین کی بیٹی تھیں۔ وہ چودہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ سید باقر صدر کی تربیت ان کی والدہ اور بڑے بھائی سید اسماعیل نے کی۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے بھائی سید اسماعیل کے ساتھ نجف اشرف گئے تاکہ حوزہ علمیہ کے بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کر سکیں۔ سید صدر نے فقہ و اصول آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی اور شیخ محمد رضا آل یسین سے پڑھی۔ اسلامی فلسفہ [ملاصدرا کی اسفار] کی تعلیم صدرا بادکوبہ ای سے حاصل کی۔ انہوں نے غربی فلسفہ اور غیر مسلم فلاسفہ کے آراء و نظریات کی تعلیم بھی حاصل کی۔

وہ فلسفہ، اقتصاد، منطق، اخلاق، تفسیر اور تاریخ میں مطالعات اور گہری تحقیقات رکھتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں سید محمد باقر حکیم، سید محمود ہاشمی شاہرودی، سید کاظم حسینی حائری، محمد مہدی آصفی، سید عبدالغنی اردبیلی اور غلام رضا عرفانیان وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ فقہ، تاریخ، فلسفہ اور اقتصاد میں آج بھی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ان کے بہت زیادہ آثار باقی ہیں۔"اقتصادنا اور فلسفتنا" کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ ان کی مشہور ترین کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ انہوں نے عراق میں حزب الدعوۃ الاسلامیہ کی داغ بیل ڈالنے کے لیے بہت زیادہ کوشش اور اس کے ساتھ ساتھ فرہنگی و سیاسی فعالیت بھی انجام دی۔ سید محسن حکیم کی وفات کے بعد حزب بعث کے ساتھ ایک طولانی جنگ کے نتیجے میں عوام کی طرف سے تدریجی طور پر ایک رہبر کے عنوان سے پہچانے گئے۔ وہ بعثی حکومت کے ساتھ مبارزات کی وجہ سے کئی بار گرفتار ہوئے اور جیل میں گئے۔ آخر میں انہیں اپنے گھر میں نظر بند کر دیا گیا اور لوگوں کو ان کے گھر آنے جانے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا۔

عراق کی بعثی حکومت اور ان کے سربراہ صدام حسین ہمیشہ علماء اور خاص طور پہ آیت اللہ سید محمد باقر صدر کو اپنی ڈکٹیٹر حکومت کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ 5 اپریل 1980 میں انہیں گرفتار کر کے بغداد لے جایا گیا اور 8 اپریل 1980 میں انہیں اور ان کی بہن بنت الہدیٰ صدر کو شہید کر دیا گیا۔

ضمیمہ نمبر 7:

سید عباس موسوی 1952 میں بعلبک کے نزدیک نبی شیث ٹاون میں پیدا ہوئے۔ وہ 1966 میں صور شہر میں امام موسیٰ صدر سے آشنا ہوئے اور ان کے کہنے پر صور کے مدرسہ میں چلے گئے جس کے بانی خود امام موسیٰ صدر تھے۔ 1967 میں دینی علوم کے حصول کے لیے حوزہ علمیہ نجف میں گئے اور مختلف اسلامی موضوعات میں بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ وہ آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی اور آیت اللہ شہید صدر کے دروس میں شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے شہید صدر کے ساتھ بہت قریبی فکری اور سیاسی رابطہ برقرار کیا۔ انہوں نے اسی عرصہ میں شادی کی اور اس بار اپنے اہل خانہ کے ساتھ نجف گئے۔ جب عراقی عوام پر صدام کے ظلم و ستم دیکھے تو حکومت کے مدمقابل سیاسی فعالیت انجام دی۔

1978 میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد صدام کی طرف سے ان پر خصوصی نگرانی کی جانے لگی۔ پولیس کے مسلسل دباو کی وجہ سے شہید صدر کے کہنے پر واپس لبنان پلٹ گئے اور اسی سال بعلبک میں دینی مدرسہ کی بنیاد پھر اسلامی احکام کی تعلیم دینے کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ "مدرسہ الزہراء" کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے کچھ شیعہ علماء اور اپنے شاگردوں کے ساتھ باہمی غور و فکر کر کے ایک

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نیم فوجی گروہ کو تشکیل دیا جس کا نام حزب اللہ رکھا گیا۔ 1991 میں اجرائی شوریٰ کے انتخاب سے سید عباس موسوی اس تنظیم کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

16 فروری 1993 منگل کی صبح شہید شیخ راغب حرب کی آٹھویں برسی کی مناسبت سے جبشیت کی طرف گئے۔ جبشیت میں شہداء کے قبرستان میں حاضری اور تقریر کے بعد الشرقیہ کی طرف پھر کوثر ٹاون اور وہاں سے الیسا کی طرف گئے۔ اسی شہر میں اسرائیلی ہیلی کاپٹر کی طرف سے ایک میزائل مارا گیا جوان کی گاڑی پہ آلگا جس سے وہ خود، ان کی بیوی ام یاسر، اور ان کے بیٹے حسین شہید ہوگئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

ضمیمہ نمبر 8:

سید ابوالقاسم خوئی ایک شیعہ مجتہد اور مرجع تقلید تھے۔ وہ ایران کے شمال مغرب میں واقع ایک شہر خوئی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تیرہ سال کی عمر تک مقدمات کی تعلیم اپنے آبائی گاوں میں حاصل کی۔ 1913 میں نجف گئے۔ اصول کا درس خارج فتح اللہ شریعت اصفہانی، مہدی مازندرانی، ضیا الدین عراقی، محمد حسین غروی اصفہانی اور محمد حسین نائینی سے پڑھا۔ کلام، تفسیر اور فن مناظرہ کی تعلیم محمد جواد بلاغی نجفی سے حاصل کی۔ حکمت اور فلسفہ کے ساتھ محبت انہیں سید حسین بادکوبہ ای کی خدمت میں لے گئی۔ ریاضی، استدلالی حساب، فضائی، مسطحہ ہندسہ اور الجبراء سید ابوالقاسم خوانساری سے سیکھا۔ 1993 میں آیت اللہ خوئی عراق کے ایک شہر کوفہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ضمیمہ نمبر 9:

حزب الدعوہ الاسلامی عراق میں ایک سیاسی، شیعی اسلامی تحریک ہے جس کی بنیاد 1958 میں سید باقر صدر اور ان کے شاگردوں کے توسط سے رکھی گئی۔ یہ تحریک شروع میں مذہبی اور اصلاحی تھی جو اسلامی اقدار کی ترویج، سیاسی آگاہی اور سیکولرازم کا مقابلہ کرتی تھی۔ ستر کی دہائی میں جوانوں اور مذہبی شخصیات کے اندر اس کے نفوذ میں اضافہ اور بعثی حکومت کی طرف سے سرکوب کرنے کی وجہ سے ایک انقلابی تحریک میں تبدیل ہوگئی جس نے حکومت کے مدمقابل مسلح مقاومت کی۔ 1981 میں اس تحریک

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کے معنوی رہنما محمد باقر صدر کی شہادت کے بعد صدام حکومت اور حزب الدعوہ میں دشمنی اپنے عروج پہ پہنچ گئی۔ 2004 میں صدام کی حکومت کے بعد یہ حزب عراق کی ایک اہم سیاسی پارٹی میں تبدیل ہوگئی۔ عراق کے سابقہ وزیر اعظم ابراہیم جعفری اور موجودہ وزیر اعظم نوری المالکی کا تعلق بھی اسی پارٹی سے ہے۔ حزب الدعوہ ایران میں شہنشاہی حکومت کے حامیوں کی مخالف تھی۔ یہ حزب انقلاب کے بعد ایرانی حکومت کے مورد حمایت قرار پائی۔ ایران اور عراق جنگ میں یہ پارٹی بعثی حکومت کے خلاف مسلح کاروائیاں بھی انجام دیتی تھی۔ اس پارٹی کو ایران کی حمایت حاصل اور آپس میں روابط ابھی تک باقی ہیں۔

ضمیمہ نمبر 10:

سید محمد ہادی نصر اللہ 19 جنوری 1979 بدھ کی صبح جنوب لبنان کے ایک گاوں بازوریہ میں پیدا ہوئے۔ 4 سال کی عمر میں "الناصر" سکول پھر بعلبک شہر میں "رسول اعظم" سکول میں گئے۔ جب ان کے خاندان والے بیروت میں منتقل ہوئے تو سید ہادی نے اپنی تعلیم مجتمع المصطفی میں جاری رکھی۔ یہ ادارہ حزب اللہ کے زیر نظر ہے۔ بچپن سے ہی نابغہ ہونے، ذہانت، شخصیت میں ثبات، خندہ پیشانی، مہربانی، خدمت کرنے اور عاجزی کے آثار ان کی پیشانی سے نمایاں تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے بھائیوں محمد جواد، محمد علی اور اپنی اکلوتی بہن زینب کے لیے ایک وفادار، مہربان بھائی اور دوست تھے۔ انہوں نے والد کے ساتھ موافقت کر کے عارضی طور پہ تعلیم ترک کر دی اور مقاومت اسلامی کے ساتھ مل گئے۔ بروز جمعہ 4 اپریل 1997 میں سید محمد ہادی کا شیخ علی خاتون کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ انہوں نے نکاح کے بعد یہ کوشش کی کہ اپنی بیوی کو ایک آئیڈیل خاتون بنا دیں۔

بروز جمعہ 12 ستمبر 1997 میں صیہونیوں کے ٹھکانے پر حملہ سے حزب اللہ کے تین افراد شہید ہو گئے۔ یہ جنوب لبنان میں اقلیم التفاح کے مقبوضہ علاقے جبل الرفیع میں سجد کے مقام پر شہید ہوئے۔ ان شہداء کے جسد خاکی صیہونیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ اسرائیلی ٹیلی ویژن نے ان تینوں افراد کی شناخت کیے بغیر خون آلودہ تصاویر جاری کر دیں۔ بہت جلد معلوم ہوگیا کہ ان تین شہدا میں سے ایک حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری سید حسن نصر اللہ کے فرزند سید ہادی ہیں۔

ہفتہ کی رات 27 جون 1998 میں سید حسن نصر اللہ اپنے دفتر میں لبنانی شہداء کے اجساد خاکی کی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jaffilibrary.com/

انتظار میں تھے جو حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان غیر مستقیم اور کامیاب مذاکرات کے بعد اپنے وطن میں پلٹائے گئے تھے۔شہداء کے پیکر خاکی کفن اور لبنان کے سرخ پرچم میں لپٹے ہوئے تھے۔

ضمیمہ نمبر 11:

احمد متوسلیان 1953 میں تہران کے ایک جنوبی محلہ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد اصالتا یزد اور تفت کے نزدیک سانیچ نامی علاقہ کے رہائشی تھے۔انہوں نے 1973 میں ایف اے پاس کیا پھر لازمی فوجی ٹریننگ کے لیے گئے اور شیراز میں ٹینک کے شعبہ میں مہارت حاصل کی۔اس کے بعد انہیں سرپل ذہاب کی طرف بھیج دیا گیا۔1976 میں ساواک کے ہاتھوں گرفتار اور جیل میں گئے جہاں پر انہوں نے خرم آباد کی فلک الافلاک جیل میں پانچ مہینے ایک کوٹھڑی میں گزارے۔اسلامی انقلاب کی کامیابی اور سپاہ کی تشکیل کے بعد انہی کے ساتھ مل گئے اور فورسز کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔1979 میں جب کردستان کے اندر علیحدگی کا فتنہ اٹھا تو رضا کارانہ طور پر وہاں چلے گئے اور ایک خاص حد تک بدامنی کو کنٹرول کیا۔مریوان کا شہر بھی آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئے جو ضد انقلاب افراد کے ہاتھوں میں تھا۔اسی وجہ سے مریوان میں سپاہ کی مسئولیت انہیں سونپ دی گئی۔آٹھ سالہ جنگ کے دوران عملیات محمد رسول اللہ میں احمد متوسلیان اور محمد ابراہیم ہمت کی قیادت میں خرمال کے علاقہ پر مریوان اور پاوہ کی طرف سے حملہ کیا گیا۔یہی کاروائی تیپ 27 محمد رسول اللہ بریگیڈ کی داغ بیل ڈالنے میں سنگِ بنیاد شمار ہوتی ہے۔

30 اپریل 1982 کی رات دارخوین سے اہواز اور خرم شہر والے روڈ کی طرف بیت المقدس نامی کاروائی کا آغاز ہوا۔خرم شہر کی آزادی کے بعد وہ دوسرے کمانڈروں کے ساتھ امام خمینی کی خدمت میں گئے اور امام خمینی نے خاص طور پر احمد کے ساتھ بڑی دل گرمی سے بات چیت کی۔

1982 میں اسرائیل نے لبنان پہ حملہ کیا اور اس کے دارالحکومت بیروت تک پیشقدمی کی تو ایران نے لبنانی عوام کی مدد کے لیے احمد متوسلیان کی سربراہی میں اپنی فورسز کو بھیجا۔5 جولائی 1982 میں ایرانی سفارت خانے کی گاڑی جب بیروت میں داخل ہوئی تو حزب کتائب کے افراد کے ہاتھوں گاڑی کو روکا اور اس میں چار افراد سید محسن موسوی، احمد متوسلیان، رستگار مقدم اور کاظم اخوان کو اغوا کر لیا گیا۔اس دن سے لے کر آج تک ان کے بارے کوئی دقیق اطلاع نہیں ملی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ نمبر12:

صبحی طفیلی 1948 میں بقاع کے درہ میں بعلبک کے نزدیک ایک گاوں بریتال میں پیدا ہوئے۔انہوں نے حوزوی علوم کی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی اور شہید باقر صدر کے شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔طفیلی نے 1979 میں بقاع کے علاقہ میں"تجمع علمای مسلمین"کی بنیاد رکھی۔1985 میں حزب اللہ کی رسمی تشکیل کے چارسال بعد اجرائی شوری کے پہلے انتخابات میں پہلے جنرل سیکرٹری کے طور پر منتخب ہوئے۔ان کے بعض اعتقادات اوراپنی بات پہ اصرار کی وجہ سے 1991 میں شوریٰ کے دوسرے انتخابات میں سید عباس موسوی جنرل سیکرٹری کے طور پر منتخب ہوئے۔اس بات نے شیخ صبحی پہ منفی اثر ڈالا اور حزب اللہ میں ان کی رائے اور نفوذ میں کمی آ گئی یہاں تک کہ شیخ صبحی طفیلی ایک عادی رکن بن گئے اوراجرائی مسئولیت سے محروم ہو گئے۔

اپنے رقیب سید عباس موسوی سے شکست کھانے کے بعد طفیلی نے کسی حد تک حزب اللہ سے فاصلہ اختیار کر لیالیکن عباس موسوی جو نجف میں ان کے سابقہ شاگردوں میں سے تھے انہوں نے حزب اللہ کی مرکزی شوریٰ میں شمولیت کا زمینہ فراہم کیا لیکن صبحی طفیلی نے اپنے اختلافات پہ اصرار کیا اور 1998 میں حزب اللہ سے مکمل طور پہ جدا ہونے کے بعد بقاع کے درہ میں"ثورۃ الجیاع" کے نام سے ایک تحریک چلائی جو علاقہ میں شدید لڑائی کا باعث بنی۔جس کے نتیجے میں دوافراد جن میں خضر طلیس اور فوج کا ایک افسر مارا گیا۔بالآخر حکومت اور لبنانی فوج نے صبحی طفیلی کو گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔انہوں نے آخری سالوں میں وہابی اور سعودی میڈیا کو دیئے گئے انٹرویوز میں اسلامی جمہوریہ ایران،حزب اللہ اور سید حسن نصر اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا ہے۔

ضمیمہ نمبر13:

شیخ نعیم قاسم 1943 میں کفرفیلا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔انہوں نے حوزہ علمیہ میں دینی تعلیم کے ساتھ اعلیٰ حوزوی تعلیم حاصل کی۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے لبنان یونیورسٹی سے بیالوجی کی تعلیم حاصل کی۔یہ حزب اللہ کے قدیمی مسئولین کی طرح حزب امل کے رکن تھے۔یہ اس وقت کی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بات ہے جب امام موسیٰ صدر حزب امل کے سربراہ تھے۔ یہ 1982 میں حزب امل سے جدا ہوئے اور دوسرے اساتذہ کے ساتھ مل کر لبنانی مسلم سٹوڈنٹس کی یونین بنائی۔ اس یونین نے حزب اللہ کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ نعیم قاسم، سید عباس موسوی کے زمانہ میں حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری بنے۔

ضمیمہ نمبر 14:

نبیہ مصطفی بری 28 جنوری 1938 میں sierra leone کے دارالحکومت فریتاون میں پیدا ہوا اور کچھ سال بعد اپنے خاندان والوں کے ساتھ لبنان پلٹ آیا۔ اس نے لبنان یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور فرانس کی سوربن یونیورسٹی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ جب امام موسیٰ صدر لبنان میں تھے تو نبیہ بری نے امل میں شمولیت اختیار کی اور اعلیٰ عہدے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ 1981 میں امام موسی صدر کی غیبت اور اسی طرح مصطفی چمران کی واپسی اور جنگ میں شہادت کی وجہ سے نبیہ بری حزب امل کا سربراہ بننے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ بعد میں پارلیمنٹ کا رکن بھی رہا۔ ابھی وہ لبنان کی اسمبلی کے سپیکر ہیں۔

ضمیمہ نمبر 15:

حسین خلیل، سید حسن نصر اللہ کے قریبی ترین افراد میں سے ہے جو ان کے سیاسی معاون بھی رہ چکے ہیں۔ حسن نصر اللہ نے کافی حساس ذمہ داریاں اور بہت اہم کیسز کو ان کے سپرد کیا ہے۔ خلیل کا تعلق لبنان کے ایک بہت بڑے خاندان سے ہے جو بیروت کے نزدیک "برج البراجنہ" میں سکونت پذیر ہے۔ انہوں نے لبنان یونیورسٹی سے ریاضی میں ڈگری لی اور حزب اللہ سے پہلے حزب امل کے رکن رہے۔ ان کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔ سید حسن اندرونی اور بیرونی کیسوں میں ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ رفیق حریری کے قتل سے پہلے وہ سید حسن نصر اللہ اور حریری کے درمیان رابطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی حزب اللہ کا سعد حریری اور شام کے علاوہ نبیہ بری، میشل عون اور سلیمان فرنجیہ کے ساتھ بھی رابطہ انہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ حزب اللہ اور سید حسن نصر اللہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کے رازوں کا خزانہ ہیں۔

ضمیمہ نمبر 16:

جب مئی 1982 میں امریکہ کی حمایت اور حزب کتائب کے تعاون سے اسرائیل نے لبنان پہ حملہ کیا یہاں تک کہ دارالحکومت تک پیش قدمی کی تو مسلمان مجاہدین نے جوابی کاروائی کرنے کے بارے میں سوچا۔ شہید عماد مغنیہ، شہید عبدالمنعم قصیر، شہید سمیر نورالدین اور چند شیعہ جوانوں نے دشمن کے مدمقابل کاروائی کی۔

بیروت کے جنوب میں سب سے پہلا علاقہ خلدہ ٹاون تھا جہاں مقاومت اسلامی کے مجاہدین نے صیہونیوں پہ حملہ کیا۔ بہت کم عسکری امکانات کے ساتھ صرف گیارہ شیعہ جوانوں نے کلاشنکوف اور دستی بموں کے ساتھ گوریلا کاروائی کرتے ہوئے اسرائیلی فوج پہ حملہ کیا۔ اس وقت اسرائیلی فوج تمام امکانات اور جدید اسلحہ کے ساتھ بیروت کے جنوب میں تھی اور وہاں سے توپ خانہ کے ذریعے شہر پہ گولہ باری کرتی تھی۔ اسرائیلی فوج کو اصلا اس حملہ کی توقع نہ تھی کیونکہ وہ جگہ بیروت کی باونڈری لائن کے پیچھے شمار ہوتی تھی۔

شیعہ مجاہدین اور صیہونیوں کے درمیان سخت جھڑپ ہوئی جس میں ان کا کافی نقصان ہوا۔ البتہ صیہونی فوجیوں پر لگنے والی نفسیاتی اور روحی ضرب اس سے کہیں زیادہ تھی۔ اس جھڑپ میں کچھ شیعہ مجاہدین بھی زخمی ہوئے۔ جب بعد میں مقاومت نے رسمی شکل اختیار کی تو یہی مقاومت اسرائیل کی سب سے بڑے دشمن کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ اس مقاومت نے صیہونیوں کے ساتھ جنگ میں سب سے پہلا شہید سمیر نورالدین تقدیم کیا۔

خلدہ کی کاروائی ظاہرا چھوٹی اور محدود تھی لیکن اس نے عوام پر مثبت اور اسرائیلی فوجیوں پر منفی اثرات چھوڑے۔ جب صیہونیوں کا فوجی قافلہ بیروت کے جنوب میں شیعوں کے علاقے سے گزرا اور ان کے ٹینک ''الغیری'' کے مقام پہ پہنچے تو شیعہ جوانوں نے گھروں کی چھتوں سے آر پی جی کے گولے اور شیشے کی بوتلوں میں پٹرول بھر کے ان کے سروں پر پھینکا اور آگ لگا کے ان کا استقبال کیا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ نمبر 17:

منگل کے دن 8 اپریل 1980 میں آیت اللہ صدر اور ان کی بہن بنت الہدیٰ کو مظلومیت کے عالم میں عراق کی بعثی حکومت نے جیل میں شہید کر دیا۔ عراقی حکام کی امید کے مطابق شہید صدر اور بنت الہدیٰ کی شہادت نے ان کے مریدوں کے دلوں میں اس شعلہ کو نہ بجھایا بلکہ انہیں مقاومت اور کھلم کھلا مخالفت پہ مجبور کیا۔ اس دوران لبنان میں اس جنایت کی بہت بڑی سطح پہ مخالفت ہوئی۔

عراق کی بعث پارٹی کا لبنانی ونگ لبنان کی سیاسی پارٹیوں میں سب سے بڑی اور قدرت مند حزب شمار ہوتی تھی۔ عراق نے لبنان میں اپنے پاوں جمانے کے لیے مقامی احزاب اور دہشت گرد گروہوں کو اسلحہ اور مالی امداد دے کر مشرق وسطیٰ کے علاقہ میں عبدالمجید الرافعی کی قیادت میں عسکری اور سیکورٹی کا بہت بڑا نیٹ ورک بنایا ہوا تھا۔

ابو مریم جو اصالتاً عراق کے بیس سالہ جوان تھے اور ایران و عراق کی جنگ میں بعث پارٹی کے خلاف ایک آنکھ، ہاتھ اور پاوں سے محروم ہو چکے تھے۔ جب اسے عراقی سفارت خانے پر فدائی کاروائی کی اطلاع ملی تو اس نے اصرار کے ساتھ یہ درخواست کی کہ اس کاروائی کو وہ انجام دے گا۔ موجودہ سیاسی اور سیکورٹی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو قبول کر لیا گیا کہ لبنان میں ہونے والی پہلی کاروائی کو ابو مریم انجام دے گا۔

15 دسمبر 1981 میں [سید باقر صدر کی شہادت کے نو ماہ بعد] سبز رنگ کی ایک ولوو گاڑی جو بعض مومنین کی مالی امداد سے خریدی گئی اور اس گاڑی میں بارودی مواد بھرا گیا۔ اس گاڑی کو آمادہ کرنے میں کوئی خاص نظم نہیں تھا کیونکہ لبنان میں فدائی کاروائیوں کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس میں تقریباً 250 کلوگرام بارود جس میں C4,TNT اور ڈائنامیٹ وغیرہ گاڑی کے پچھلے حصے میں اور اس کے اندر رکھا گیا تھا۔

ظہر کی اذان کے نزدیک ابو مریم اسی گاڑی پہ سوار ہو کر عراقی سفارت خانے کے بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔ چار منزلہ عمارت کے ساتھ گاڑی ٹکراتے ہی دھماکہ ہو گیا۔ ایک ہی لحظہ میں عراقی بعثیوں کا مرکز خاک و خون کے جہنم میں بدل گیا۔ اس کاروائی میں عراق کو سنگین نقصان اٹھانا پڑا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

جس میں عراقی سفیر عبدالرزاق محمد لفتہ کے علاوہ سفارت خانے کے کچھ ملازمین بھی مارے گئے۔

ضمیمہ نمبر 18:

بدھ کے دن 10 نومبر 1982 میں شاباک [یہ اسرائیل کے ایک انٹیلی جنس ادارے کا نام ہے جس کے ذمہ اسرائیل کی اندرونی سیکورٹی ہے] کے سربراہ "عاموس ریمون" کی سربراہی میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں اسرائیلی فوج اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران بھی موجود تھے۔ یہ میٹنگ لبنان کے جنوب میں منعقد ہوئی اور اس اجلاس میں لبنان کے اندر اسرائیل کی فوجی قیادت کے بارے بات چیت ہوئی تھی۔ عسکری اور انٹیلی جنس کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے آئے ہوئے خصوصی مہمان شدید بارش کی وجہ سے عمارت کے صحن میں لگے ہوئے لگژری خیموں سے اٹھ کر اندر کمروں میں چلے گئے۔

جمعرات کی صبح 11 نومبر 1982 جب اسرائیل کو لبنان پہ حملہ کیے ہوئے 5 ماہ اور 7 دن گزر چکے تھے۔ احمد جعفر قصیر جو صور کے قریب "دیر قانون النھر" نامی ٹاون میں 4 جون 1962 میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے ہائی لکس ڈالے پہ سوار بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہوا "البص" کے علاقے کی طرف بڑھا تا کہ خیبر آپریشن انجام دے سکے۔ احمد اپنی گاڑی پہ سوار ہو کے صور کے اصلی روڈ پر واقع فوجی مرکز کی طرف بڑھا۔ اس عمارت کے بڑے دروازے پر حفاظت کے لیے مامور محافظین اچانک ایک سفید رنگ کی گاڑی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی وقت ڈرائیور نے پوری رفتار کے ساتھ اسٹیرنگ گھمایا اور اصل روڈ سے اتر کر ان پر حملہ کر دیا۔ تینوں محافظین کو گاڑی کے ساتھ ٹکرانے اور ایک طرف گرانے کے بعد اندر داخل ہو گیا۔ محافظین کو فائر کرنے یا کوئی ردعمل دکھانے کا کوئی موقع نہ دیا یہاں تک کہ محافظین چیخ و پکار یا پناہ بھی نہ لے سکے۔ سفید رنگ کی بارود بھری گاڑی عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ اس جوان نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا دھماکہ ہوا جس سے ایک خوفناک بھونچال آ گیا۔ دھماکے کے بعد فضا دھوئیں، آگ اور گرد و غبار سے بھر چکی تھی۔ اس عمارت کا مغربی حصہ گر گیا اور اس کے بعد باقی منزلیں اور عمارت کے دوسرے حصے بھی ایک دوسرے کے اوپر گر پڑے۔

اس دھماکے کے تین دن بعد اسرائیلی ریڈیو نے اپنے عسکری ذرائع سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ 90 افراد کو مٹی کے ملبے سے نکالا گیا ہے جبکہ ان میں سے 75 اسرائیلی فوجی تھے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ملبے سے چند دن کی تلاش کے بعد اسرائیلی میڈیا، اخبارات وغیرہ اس بات پہ دلالت کرتے ہیں کہ اس دھماکہ میں 141 افراد مارے گئے اور 10 افراد لاپتا ہو چکے تھے۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ دس افراد بم دھماکہ والی جگہ کے قریب ہوں اور ان کا جسم پوڈر بن گیا ہو۔

السفیر اخبار کے مطابق صور کے علاقہ میں اسرائیل کا فوجی کمانڈر اور عاموس ریمون بھی اس کاروائی میں ہلاک ہو گیا۔

یعقوب بیری اپنی بائیوگرافی میں لکھتا ہے کہ "لبنان کے جنوب میں کام کرتے ہوئے امنیت برقرار رکھنے والے ادارے نے بہت بھاری قیمت ادا کی ہے۔ 11 نومبر 1982 میں صور شہر میں فوجی مرکز کی عمارت منہدم ہو گئی جس کے نتیجے میں اس ادارے کے 9 افراد مارے گئے"۔

ضمیمہ نمبر 19:

فدائی کاروائی کرنے کے بارے سب سے اہم فتویٰ حضرت امام خمینی کا ہے۔ نومبر 1980 میں جب عراق کی بعثی فوج نے ایران کے سرحدی شہروں پہ قبضہ کیا جن میں سے ایک خرم شہر بھی تھا۔ ایک نوجوان محمد حسین فہمیدہ نے انتہائی شجاعت اور دلیری کے ساتھ شہر میں دشمن کے ٹینک داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی۔ ان کے پاس کچھ دستی بم تھے انہیں اپنے ساتھ باندھ کر ٹینک کے نیچے گھس گیا اور اسے تباہ کر دیا۔ یہ نوجوان جس نے فدائی کاروائی کے ذریعے دشمن کے سامنے مقاومت کی تو امام خمینیؒ نے اس شجاعانہ کام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "ہمارا رہبر یہ بارہ سالہ بچہ ہے جس نے اپنے چھوٹے دل جس کی ارزش و عظمت ہماری سینکڑوں زبانوں اور قلموں سے زیادہ ہے۔ اپنے ساتھ دستی بم باندھ کر دشمن کے ٹینک کے نیچے جا کے اسے تباہ کر دیا اور خود بھی شہادت کا جام نوش کیا"۔

دشمن کے خلاف فدائی کاروائی کرنے کے لیے یہ ایک قطعی اور واضح ترین شرعی اجازت نامہ تھا۔

حجۃ الاسلام والمسلمین سید عیسیٰ طباطبائی جو کافی عرصہ سے لبنان میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف مبارزہ میں شریک تھے۔ فدائی کاروائیوں کے بارے میں امام خمینی کی طرف سے شرعی اجازت کے بارے میں کہتے ہیں کہ لبنان میں فدائی کاروائیاں شروع ہونے سے پہلے امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لبنان کے کچھ غیرت مند شیعوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے یہ بات

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

پوچھوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بارود سے بھری ہوئی گاڑی اسرائیلی مراکز اور ان کے فوجی قافلوں کے ساتھ ٹکرا دیں اور اپنی موت کے ساتھ دسیوں اسرائیلی فوجیوں کو بھی ہلاک کر دیں جبکہ لبنان کے بعض علماء اس کام کو خودکشی سمجھتے ہیں۔ جناب عالی کی کیا رائے ہے؟ کیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ اپنی جان سے گزر کر دشمن پر مہلک ضرب لگائی جائے۔

امام نے ایک نگاہ ڈالی پھر ہاتھ آگے بڑھا کر شہادت کی انگلی کو تاکید کے طور پر ہلاتے ہوئے مسلسل تین بار فرمایا" یہ کام تاکید کے ساتھ جائز ہے، جائز ہے، جائز ہے"۔

ضمیمہ نمبر20:

علی منیف اشمر 1976 کویت میں لبنانی مہاجر خاندان کے گھر پیدا ہوا۔ بروز بدھ 20مارچ1996 میں انہوں نے امام خمینی، رہبر معظم، سید عباس موسوی اور شہید صلاح غندور کی تصاویر کے ساتھ قرآن مجید کی چند آیات اور اپنا وصیت نامہ پڑھ کے سنایا جبکہ کمانڈو ملیشیا کی وردی زیب تن کی ہوئی تھی۔ اپنے مجاہد ساتھیوں اور مسئولین سے الوداع کیا۔ انہوں نے 30 کلوگرام بارود اور بہت زیاد مقدار میں بال بیرنگ اپنے بدن کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔

چار بج کر تیس منٹ پر اسرائیلی فوجیوں کا قافلہ "رب ثلاثین" کی طرف پلٹ رہا تھا۔ اس فوجی قافلہ کے درمیان کمانڈر کی جیپ بھی دکھائی دے رہی تھی۔ جب وہ نزدیک آئی تو یہ مسکراتے ہوئے سڑک کے درمیان میں آگئے۔ انہوں نے ہاتھ سے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ وہ رفتار کم کرے اور رک جائے۔ اچانک اللہ اکبر کا نعرہ لگا کے خود کو جیپ سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد آگ اور دھماکے کی دوزخ نے قافلے کو گھیرے میں لے لیا۔

علی اشمر کے دوستوں نے اسے "فدائی مجاہدین کے دلہے" کا نام دیا ہوا تھا۔ جب علی کے گھر والے رہبر معظم کی خدمت میں پہنچے تو علی کے والد نے رہبر معظم سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ اپنا دوسرا بیٹا محمد بھی اسلام کی راہ میں فدا کرنے کے لیے تیار ہے۔ رہبر معظم نے شہید اشمر کے گھر والوں کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار کیا اور محمد کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ چند دن کے بعد بروز اتوار 18 جنوری 1998 میں محمد بھی اسرائیل کے خلاف ایک کاروائی میں شہید ہو گیا۔

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ نمبر 21:

بروز جمعہ 8 مارچ 1985 میں جب مسلمان عوام بیروت کے نماز جمعہ سے پلٹ رہے تھے تو "بئر العبد" روڈ پر شرفیہ چوک پہنچنے سے پہلے ایک کار بم دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ امریکہ کے ایجنٹوں کے توسط سے کیا گیا تھا۔ اس کاروائی کا ہدف علامہ فضل اللہ کو نشانہ بنانا تھا جنہیں اتفاق سے اپنے گھر کی طرف آنے میں چند منٹ تاخیر ہوگئی تھی۔

امریکہ کے اخبار واشنگٹن پوسٹ نے اس حادثہ میں ملوث عناصر کے بارے لکھا کہ "اس ناکام کوشش کو لبنانی ایجنٹوں نے انجام دیا جنہیں امریکہ کی انٹیلی جنس سی آئی اے نے ٹریننگ دی تھی"۔

وال اسٹریٹ اور اسی طرح مڈل ایسٹ رپورٹر نے بھی تائید کی کہ دھماکہ میں سی آئی اے ملوث تھی۔ اگرچہ سی آئی اے نے فوری طور پر اس بات کی تردید کر دی۔ باب ووڈوارڈ (Bob Woodward) سی آئی اے کے بارے لکھی گئی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ "واشنگٹن میں سعودیہ کے سفیر بندر بن سلطان نے اس دھماکہ کے لیے 30 لاکھ ڈالر سی آئی اے کو دیے تھے"۔ دھماکہ کے بعد حزب اللہ کی انٹیلی جنس نے تحقیقات کیں اور اس دھماکہ میں ملوث بارہ افراد کو گرفتار کرلیا۔ ان افراد نے اس بات کا اعتراف کیا کہ انہیں سی آئی اے کے دہشت گردی کے خلاف مقابلہ کرنے والے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے استعمال کیا گیا تھا۔ گرفتار ہونے والے افراد میں مرکزی کردار ایک لڑکی کا تھا جو علامہ فضل اللہ کے ایک آشنا اور واقف کی بیٹی تھی۔ امریکہ کی اس جنایت میں کافی ساری خواتین شہید ہوگئیں جن میں سے بعض حاملہ تھیں۔

ضمیمہ نمبر 22:

صور شہر میں اسرائیل کے فوجی مرکز پر ایک شیعہ جوان احمد قصیر کے فدائی حملہ کے ایک سال بعد نومبر 1983 بروز جمعہ سوا چھ بجے سبز رنگ کا اک منی ٹرک جس میں پانچ سو کلوگرام بارود رکھا گیا تھا۔ وہ صور کے ساحلی روڈ سے مدرسہ الشجرہ والی سڑک کی طرف مڑا اور فوجی مرکز پہ حملہ کر دیا۔ بہت بڑے دھماکے کے ساتھ اس جگہ کو خاک کے ساتھ یکسان کر دیا۔ شاباک نے اپنی سرکاری سائٹ پہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اعلان کیا کہ اس حملہ میں 59 افراد ہلاک ہوئے ہیں جن میں سے 16 افراد سرحدی پولیس، دفائی فورسز کے 9 سپاہی اور شاباک [اسرائیل کی اندرونی انٹیلی جنس] کے تین افراد شامل ہیں۔

ضمیمہ نمبر 23:

6 جون 1955 میں جمعرات کی صبح مقاومت اسلامی کے مجاہدین کا ایک گروہ جن میں سے ہر ایک نے اپنے بیگ میں بارود کی بھاری مقدار اٹھائی ہوئی تھی۔ جنوب میں اسرائیلی فوج اور ان کے ایجنٹوں کی سیکورٹی حدود سے گزرتے ہوئے مقبوضہ علاقہ کے اندر "قلعۃ الشقیف" میں پہنچے۔ پہلے سے جمع کی گئی معلومات کے مطابق دیرمماس ایک اسٹراٹیجک روڈ تھا جسے فدائی کاروائی کے لیے بہترین جگہ قرار دیا گیا تھا۔

تین مختلف نقاط پر پچاس میٹر کے فاصلے سے سولہ بڑے بم نصب کیے گئے۔ ان بموں کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں بال بیرنگ لگائے گئے تھے۔ پھر ان کو مخفی کیا گیا تا کہ وہاں سے گزرنے والی فورسز کو پتا نہ چل سکے۔ تقریبا بیس سالہ جوان اپنے دوستوں سے الوداع کے بعد ان سے جدا ہوا اور سڑک کے کنارے درختوں کے درمیان سے بھاگتا ہوا ادھر چھپ گیا۔ اس نے بارود کی اچھی خاصی مقدار اپنے جسم کے ساتھ باندھی ہوئی تھی۔ اس نے نصب شدہ بموں کو پھٹانے کے لیے ان کا بٹن دبانا تھا۔

اسلامی مقاومت کے دوسرے مجاہدین ایسی بلند جگہ پر تھے جہاں سے سڑک اور کاروائی کی جگہ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ دور سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ویڈیو بنانے کے لیے ایک کیمرہ نصب کیا تا کہ رونما ہونے والے واقعہ کی ویڈیو بنا سکیں۔

چند گھنٹوں کے بعد دو ٹرکوں اور ایک جیپ پر مشتمل فوجی قافلہ اس علاقے کے نزدیک ہوا۔ جوان اسی قافلہ کی انتظار میں تھا۔ جب پہلا ٹرک گزرا اور نصب شدہ بموں کے برابر میں آیا تو اس جوان نے "یا حسین" کا نعرہ لگایا اور بموں کے بٹن دبا دیے۔ مسلسل تین دھماکوں نے علاقے میں لرزہ طاری کر دیا۔ صیہونی فوجی جو گھبرا کے گاڑیوں سے اتر رہے تھے انہیں پہاڑوں اور دروں میں گونجنے والی صدا نے وحشت زدہ کر دیا۔

آگ اور دھماکے کی جہنم نے گاڑیوں کو گھیر لیا۔ صیہونی فوجی ردعمل دکھائے بغیر ڈر کر ادھر ادھر بھاگنے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

لگے۔گاڑیاں اسی جگہ پر رکی رہ گئیں۔ہلاک ہونے والے اور زخمی گاڑیوں میں رہ گئے۔کمانڈو وحشت زدہ ہو کر کسی ہدف کے بغیر ہر طرف فائرنگ کر رہے تھے۔دھماکے کے چند منٹ بعد انہوں نے وہاں سے نکلنے کی جرأت کی۔اچانک اس جوان نے تین دستی بم ان پر پھینکے جس سے انہیں مزید نقصان پہنچا۔

اسرائیلی فورسز نے یہ خیال کیا کہ مقاومت اسلامی کے ایک بہت بڑے گروہ نے ان پر حملہ کیا ہے۔انہوں نے گھبرا کر رکنے کی بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔اس وقت ایک جوان جس نے سبز رنگ کا کمانڈو لباس اور بارودی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔وہ درختوں کے درمیان سے نکلا جبکہ اس کا ہاتھ ایم 16 کے ٹریگر پہ تھا اور وہ فائرنگ کرتے ہوئے فوجی ٹرکوں کی طرف بھاگا۔شدید جھڑپ اور فائرنگ کی وجہ سے اس جوان کے اسلحہ میں کوئی فنی مسئلہ بن گیا۔اس نے بڑے آرام واطمینان سے اسے ٹھیک کیا جبکہ اسے صیہونیوں کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ ہوا۔اس نے دوبارہ فائرنگ شروع کر دی اور تباہ شدہ ٹرکوں کے درمیان بھاگ کر اسرائیلی فوجیوں کو تلاش کر رہا تھا۔

ہمیشہ دشمن کے کمانڈوز حملہ کے بعد کونے کھدروں میں پناہ لیتے تھے۔اب کاروائی کا منصوبہ کچھ اس طرح سے تھا کہ وہ جوان ان کے درمیان بھاگ کے دیکھے اور آخر میں خود کو اڑا کر ان پر کاری ضرب لگائے۔لیکن صیہونیوں نے فرصت سے فائدہ اٹھایا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس جھڑپ کی ہر لحظہ کیمرہ کے ذریعے فلم بنائی اور ریکارڈنگ کی جا رہی تھی۔شہید کے ساتھی دور سے منظر دیکھ رہے تھے۔وہ ہر لحظے آخری دھماکے اور اس کی شہادت کے انتظار میں تھے لیکن آخری دھماکہ نہ ہوا۔جوان مجاہد، ہلاک ہونے والوں، زخمیوں اور گاڑیوں کے درمیان گھوم رہا تھا لیکن اسے کوئی اور نہیں ملا۔سب بھاگ چکے تھے۔وہ خود ہنسنے لگ گیا۔اسے معلوم نہیں تھا کہ اب کیا کرے۔وہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرا۔ایک بار ادھر ادھر نگاہ کی اور جب اسے کوئی متحرک چیز دکھائی نہ دی تو وہ آنے والے راستے سے اپنے مجاہد دوستوں کی طرف قدم پلٹ گیا۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ اپنے دوستوں کے پاس پہنچ گیا۔سب حیران لیکن بہت خوش تھے۔اسے گلے لگایا اور خوش آمدید کہا۔جالب یہ تھا کہ انہوں نے چند گھنٹے پہلے اس تصور کے ساتھ اسے الوداع کیا تھا کہ وہ اسی کاروائی میں شہید ہو جائے گا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ نمبر 24:

صلاح محمد علی غندور 1968 میں جنوب لبنان کے ایک گاؤں "کفر ملکی" میں پیدا ہوا۔ 25 اپریل 1995 میں چار بج کر چوبیس منٹ پر "بنت جبیل" کے مقبوضہ شہر میں 17 نمبر مرکز کے اندر یہودی فوجی اپنے ٹرکوں پر سوار ہو کر مقبوضہ فلسطین کی طرف جانے کے لیے آمادہ تھے اور ان کی جگہ تازہ دم فورسز نے آنا تھا۔ چیک پوسٹ پر موجود فورسز ایک سفید رنگ کی مرسڈیز بنز کی طرف متوجہ ہوئے جو مرکز کے سامنے رکی ہوئی تھی۔ جب اس گاڑی کے ڈرائیور کو پتا چلا کہ مرکز کے محافظین اس پہ شک کر رہے ہیں تو اس نے پچھلا گیئر لگا کر تھوڑا سا فاصلہ طے کیا اور کوشش کی کہ محافظوں کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔ گیٹ پر موجود لحدی فورسز بھی مرسڈیز بنز پہ سوار ہو کے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس کی طرف گئے اور اسے رکنے کے لیے کہا۔ گاڑی کے رکنے کے بعد وہ متوجہ ہوئے کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے فرد نے لحدی فورسز کا لباس پہنا ہوا اور کندھے پر افسران والے بیج لگائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے مرکز کے سامنے رکنے کی وجہ پوچھی تو اس جوان نے گاڑی سے اترے بغیر بڑے اطمینان کے ساتھ حاکمانہ لہجے میں بات کی۔ اسی وجہ سے انہوں نے معذرت خواہی کی اور گاڑی پر سوار ہو کر واپس مرکز کی طرف پلٹ گئے۔

عین ابل کی طرف سے جو سڑک مڑ رہی تھی ادھر دور سے تین فوجی ٹرک دکھائی دیے۔ ہر ٹرک میں آٹھ اسرائیلی فوجی تھے۔ یہ پہلے والے سپاہیوں کی جگہ پر آ رہے تھے تاکہ وہ جا سکیں۔ ٹرکوں کے آگے ہمیشہ کی طرح سیکورٹی کے لیے ایک فوجی جیپ تھی جس میں چار افراد اس بات کی نگرانی کر رہے تھے کہ قافلہ کے لیے کوئی چیز خطرے کا باعث نہ بنے۔ مرکز کے محافظ ان ٹرکوں کے پہنچنے کی انتظار میں تھے۔ سفید رنگ کی مرسڈیز بھی مرکز کے نزدیک ہو رہی تھی جس میں ایک جوان نے افسروں والی وردی پہن رکھی تھی۔ چونکہ محافظین نے چند منٹ پہلے اس سے بات کی تھی اب انہیں اس پر کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔ اب اسی جوان ڈرائیور کے ساتھ ایک عورت بھی دکھائی دے رہی تھی جس نے سر پہ ڈوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ جب مرکز کے محافظوں نے اس کے ساتھ عورت بھی دیکھی تو وہ مطمئن ہو گئے کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں لیکن وہ عورت کوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ اس لیے کہ وہ عورت کا ایک مصنوعی مجسمہ تھا جو کاروائی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں آسانی کے لیے بنایا گیا تھا۔ مقبوضہ علاقوں میں جس گاڑی کے اندر اکیلا ڈرائیور ہوتا تو صیہونی فورسز یہ گمان کرتیں کہ یہ فدائی مجاہد ہے جو ممکن ہے ان پر حملہ کرے۔ اسی وجہ سے دشمن ایسی گاڑیوں پہ حملہ کر دیتا تھا۔

سیکورٹی والی جیپ بڑے گیٹ کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس میں فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے ہوئے افسر نے پیچھے مڑ کر ٹرکوں پہ نگاہ ڈالی جو ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے۔ سامنے سے سفید رنگ کی گاڑی بھی قافلہ کے نزدیک پہنچ گئی۔ سیکورٹی افسر نے شک کیا۔ جب اسرائیلی فوجیوں کا قافلہ گزرتا تو کسی بھی گاڑی کو ان کے نزدیک ہونے کا حق حاصل نہیں تھا۔ ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ سڑک سے دور ہو جائیں تا کہ صیہونی قافلہ گزر جائے۔ لیکن یہ سفید گاڑی بڑے آرام سے آگے بڑھ رہی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ گاڑی مرکز 17 کے دروازے کے نزدیک یا اندر داخل ہونا چاہتی ہے۔ تھوڑے فاصلے کے ساتھ تیسرا ٹرک بھی نزدیک ہو رہا تھا۔ محافظوں نے دروازہ کھولا تا کہ قافلہ اندر داخل ہو جائے۔ سیکورٹی افسر نے لحدی افسر کی وردی میں ملبوس اس جوان پر شک کیا۔ سیکورٹی افسر اس مشکوک گاڑی کی چیکنگ کرنا چاہتا تھا۔ شائد اگر وہ مرکز کے سامنے گاڑی کو اور اس کے پیچھے ٹرکوں کو بھی رکنے کا حکم نہ دیتا تو قافلہ کا نقصان کم ہوتا۔ جونہی افسر مشکوک نگاہوں کے ساتھ سفید گاڑی کی طرف بڑھا تو اس جوان ڈرائیور نے اچانک گاڑی کی رفتار بڑھا دی اور گاڑی کو قافلہ کے متوازی لا کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ مقاومت اسلامی کے وہ افراد جو اس جگہ سے دور فلم بنانے میں مشغول تھے ان کے کانوں میں بھی وائرلیس کے ذریعے یہ نعرہ سنائی دیا۔ اسی نعرے کے ساتھ ہی اس جوان نے دھماکہ کر دیا۔

سفید گاڑی نے دو ٹرکوں کے درمیان دھماکہ کر دیا۔ اس کے ایک لحظہ بعد دوسرا دھماکہ ہوا۔ فضا دھوئیں اور آگ سے بھر گئی۔ ماہرین کے مطابق اس دھماکہ میں 450 کلوگرام بارود c4 اور اس کے ساتھ 150 کلوگرام بال بیرنگ استعمال کیے گئے تھے۔ دھماکہ کی شدت ایک سیکنڈ میں 6000 میٹر اور حرارت 3000 درجے پہ تھی۔ اس دھماکہ کی شدت نے تمام فوجی وسائل کو ادھر ادھر اڑا دیا۔ دھماکے والی جگہ پر گہرے گڑھے کے علاوہ سفید گاڑی اور اس کے ڈرائیور کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہا۔

صیہونی فوجیوں کے جسم ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ ان میں سے بعض ٹرکوں کے اندر ہی جل

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

چکے تھے لیکن کسی کو ان کے نزدیک جانے کی جرات نہیں تھی۔

اس فدائی کاروائی کے دوران اس جگہ پر 40 سے زیادہ صہیونی فوجی موجود تھے۔

مقاومت اسلامی کے ذرائع کے مطابق اس دھماکہ میں 30 سپاہی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔

رہبر معظم سید علی خامنہ ای کا شہید صلاح غندور کی بیوی کے خط کا جواب:

باسمہ تعالیٰ

ہمارے عزیز شہید صلاح محمد علی غندور المعروف ملاک کی بیگم محترمہ کے نام

گرمجوشی کے ساتھ سلام اور اس کتاب بھیجنے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس میں ہمارے عزیز شہید کے حالات زندگی اور وصیت نامہ درج تھا۔ ان جیسے شہداء تاریخ میں درخشندہ ستاروں کی مانند ہیں۔ میں نہ صرف اس شہید پر بلکہ آپ اور شہداء کے پسماندگان اور لواحقین پہ فخر ومباہات کرتا ہوں جنہوں نے صبر وتحمل کے ساتھ اسلام کے بے مثال نمونوں کو دہرایا اور ان کی یاد زندہ کی۔

آپ اور آپ کے عزیز بچوں کے لیے دعا کرتا ہوں اور خداوند متعال کی بارگاہ میں زندگی کے تمام میدانوں میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام علیکم۔ سید علی خامنہ ای 22. جولائی 1999۔

ضمیمہ نمبر 25:

سید محمد عبداللہ عطوی 1968 میں جنوب لبنان کے "مرکبا" نامی گاوں میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنا مستعار نام "حر عاملی" رکھا۔ وہ شہید غندور کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور ان کے ساتھ مل کر اسرائیل کے مراکز اور عسکری مقامات پر کاروائیاں انجام دی تھیں۔

19 اکتوبر 1988 بروز بدھ جب لبنان کے سنی وشیعہ مسلمان دوسرے اسلامی ممالک کی طرح "وحدت کا ہفتہ" اور پیامبر کی ولادت کا دن منانے کی تیاریوں میں تھے تو جنوب لبنان سے ایک جوان اٹھا جس نے اپنے پاکیزہ خون کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان میثاق وحدت کو محکم کیا۔

ایک اسرائیلی ٹرک جس میں 18 سپاہی سوار تھے وہ لبنان کی سرحدی چیک پوسٹ سے واپس آ رہا تھا تا کہ وہ فوجی ایک دوسرے علاقہ میں منتقل ہوں۔ ان کے ساتھ M 113 بکتر بند بھی تھی جس

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

میں آٹھ افراد سوار تھے جبکہ ان کی سیکورٹی کے لیے ایک فوجی جیپ جس میں چار افراد سوار تھے۔ یہ لبنان کی طرف آنے والی سڑک پہ گامزن تھے۔ ایک سول مرسڈیز بنز میں اسرائیلی انٹیلی جنس کے چار افراد بھی انہی کے پیچھے جنوب لبنان کے مقبوضہ علاقے کی طرف جا رہے تھے۔

ایک بج کر پچیس منٹ پر یہ فوجی قافلہ اپنے مرکز کے سامنے "بوابہ فاطمہ" کی چیک پوسٹ پہ پہنچا۔ مرکز کی فورسز ان سپاہیوں کے کاغذات چیک کرنے میں مصروف تھیں۔ آٹھ سرحدی محافظ چیک پوسٹ کے اطراف میں موجود تھے۔ کچھ فاصلے سے عوامی لوگ مقبوضہ علاقے سے نکل کر آزاد علاقوں میں داخل ہو رہے تھے۔ ٹاور کے اوپر محافظین کی نگاہیں عوام پر اور انہیں کنٹرول کر رہے تھے۔

سید عبداللہ اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوتے اپنی گاڑی کو اسرائیلی ٹرکوں تک آگے لے گیا۔ اس کے بعد گاڑی کے شیشہ سے اپنے اطراف میں دیکھا اور مطمئن ہو گیا کہ یہاں سے گزرنے والے عوامی افراد کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس نے یکدم گاڑی کا اسٹیرنگ گھمایا اور" یا رسول اللہ" کا نعرہ بلند کیا۔ اس نے گاڑی کو قافلے اور چیک پوسٹ کے ساتھ ٹکرا دیا۔ پلک جھپکتے ہی قابض کمانڈوز کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ضمیمہ نمبر 26:

سید علی صفی الدین 1966 میں حلوسیہ نامی گاوں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 11 اپریل 1984 میں بدھ کی صبح 10 بجے صیہونی فوجیوں کی گشت پہ مامور ٹیم پہ فدائی حملہ کیا۔ یہ ٹیم "دیر قانون النہر" کے مغربی طرف میں تھی۔ اس دھماکہ نے یہودیوں کے متزلزل ہمت و حوصلے پر لرزہ طاری کر دیا۔ صیہونی گاڑیوں کے درمیان 150 کلوگرام بارود کا دھماکہ ایک مہلک ضرب تھی جس میں اسرائیل بھی اپنے جانی نقصان کا انکار نہ کر سکا۔ اسرائیلی فوج کے ترجمان سے نقل کرتے ہوئے ریڈیو سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس حملہ میں چھ فوجی مارے گئے ہیں۔ زخمیوں میں سے بھی چھ افراد ہلاک ہو گئے۔ اس طرح بارہ افراد ہلاک اور چودہ زخمی ہوئے۔ حزب اللہ نے ایک رسمی بیان میں اس کاروائی کی ذمہ داری قبول کی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

ضمیمہ نمبر 27:

اسعد حسین برو بقاع کے صوبہ میں ایک شیعہ نشین شہر بعلبک میں پیدا ہوئے۔ 9 اکتوبر 1989 بدھ کی صبح جبکہ بیسویں صدی کے عظیم رہبر اور فدائی مجاہدین کے آئیڈیل امام خمینی کی وفات کو دو مہینے ہو چکے تھے۔لبنان بھی اسلامی معاشروں کی طرح امام کے غم میں عزادار تھا۔اس وقت ایک بہت بڑے دھماکے نے دشمن کے تمام منصوبوں اور خیالی دنیا کو درہم برہم کر دیا۔صیہونی فوج کا ایک قافلہ مقبوضہ فلسطین سے جزین اور مغربی بقاع کے قصد سے نکلا۔ یہ قافلہ مقبوضہ فلسطین کی شمالی سرحد سے ساڑھے سات کلومیٹر دور قلیعہ اور مرجعیون نامی قصبوں کے شمالی طرف سے داخل ہوتے ہی ایک فدائی مجاہد کے چنگل میں گرفتار ہو گیا۔

شیخ اسعد برو اس سے پہلے بھی فدائی کاروائی انجام دینے کے لیے تین مرتبہ مقبوضہ علاقے کی طرف جا چکا تھا لیکن ہر بار کچھ وجوہات مثلاً سخت سیکورٹی تدابیر، چیک پوسٹیں اور اس جگہ پر دشمن کی بہت کم تعداد ہونے کی وجہ سے دھماکہ اور فدائی حملہ نہیں کر سکا پھر چوتھی بار بارود بھری گاڑی میں سوار ہوا تا کہ اپنا کام انجام دے سکے۔

حزب اللہ نے اس فدائی کاروائی کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "یہ دھماکہ امام خمینی اور ان کے جانشین سید علی خامنہ ای کی راہ کے ساتھ ہماری وفاداری کا اعلان تھا"۔

ضمیمہ نمبر 28:

16 جون 1984 میں بیروت کے رسمی وقت کے ساڑھے تین بجے ایک سفید رنگ کی مرسڈیز بنز جس میں 150 کلوگرام TNT بارود بھرا ہوا تھا۔ یہ گاڑی زہرانی سے صیدا کی طرف جانے والے روڈ پر آرام سے جا رہی تھی۔اس کے سامنے سے صیہونی فوجیوں کا قافلہ آ رہا تھا۔ان کے ساتھ سیکورٹی کی ایک جیپ تھی جس میں ایک افسر اور تین سپاہی آمادہ حالت میں تھے۔جب سیکورٹی والی گاڑی گزر گئی تو ایک جوان جس کا نام بلال احمد فحص اور 1966 میں جنوب لبنان کے ایک شہر جبشیت میں پیدا ہوا تھا۔اب وہ بڑی شدت سے بے تاب ہو چکا تھا۔اس نے گاڑی کی رفتار بڑھائی اور پوری

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

رفتار کے ساتھ آگے بڑھا۔ سیکورٹی والی جیپ اور پہلے والے ٹرک کے درمیان بہت کم فاصلہ سے دھماکہ کر دیا۔ یہ بہت بڑا دھماکہ صہیونیوں کے سروں پر آتش فشاں کی طرح آ گرا۔

سیکورٹی والی جیپ میں تمام فوجی ہلاک ہونے کے بعد جل رہے تھے۔ گاڑی کچھ دور تک خود چلتی گئی اور تقریبا سو میٹر کے بعد سڑک کے ایک طرف الٹ گئی۔ ایک M 113 بکتر بند جس میں چند سپاہی تھے۔ وہ بکتر بند بھی دھماکے کی شدید موج کی وجہ سے تیس میٹر دور باغ کی ایک دیوار کے ساتھ جا ٹکرائی اور اسے بھی گرا دیا۔

اطراف میں 200 میٹر تک باغات کے در و دیوار پہ اس کے اثرات دیکھے جا سکتے تھے۔ دھماکہ والی جگہ پر ایک میٹر کا گہرا گڑھا اور سفید رنگ کی مرسڈیز مکمل طور پہ تباہ ہو چکی تھی۔

کسی کو بتائے بغیر کاروائی سے چند دن پہلے بلال بیروت کے ایک انقلابی اور مجاہد عالم دین کے پاس گیا۔ جب اپنا فیصلہ اسے بتایا اور اس کی رضایت دیکھی تو فدائی کاروائی کے بارے میں امام خمینی کی رائے پوچھی۔ وہ عالم دین امام کے نظریات سے آگاہ تھا لہذا اسے بتایا کہ "امام اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ ایک فرد خود کو دسیوں اسرائیلی فوجیوں کے درمیان اڑا دے تا کہ اپنی شہادت کے ذریعے ان کی ایک تعداد کو واصل جہنم کرے۔

بلال نے جب یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس کے لبوں پہ بامعنی مسکراہٹ تھی۔ اس نے دونوں ہتھیلیوں کو اپنی آنکھوں پہ رکھا اور کہا:

عزیز امام کا کلام میری سر آنکھوں پہ ہے۔ وہ جو کچھ کہیں دل و جان سے قبول کروں گا۔

جب اس عالم دین نے بلال کی یہ حالت دیکھی تو شدت کے ساتھ روتے ہوئے اسے سینے کے ساتھ لگایا اور اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

ضمیمہ نمبر 29:

صور کے مشرق میں جبل عامل کا صنعتی انسٹیوٹ امام موسیٰ صدر اور ڈاکٹر مصطفی چمران کی با ارزش یادگار ہے جو شیعہ نوجوانوں اور جوانوں کی علمی پیشرفت کے لیے ان بزرگان کے توانا ہاتھوں سے بنایا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

حسن عبدالاعلیٰ قصیر جو 2 جنوری 1965 میں پیدا ہوا۔ اس کے مجاہد دوست اسے مستعار نام عامل سے پکارتے تھے۔ ان کا تعلق "دیر قانون النہر" کے مقبوضہ گاوں سے تھا جہاں سے احمد قصیر جیسے شہداء نے جنم لیا تھا۔

5 فروری 1985 میں بروز منگل تین بجے یہ انسٹیوٹ صیہونی فوجیوں کے محاصرہ میں تھا۔ کچھ طالب علم جو اسرائیل کی دھمکیوں اور مزاحمت کے باوجود انسٹیوٹ میں امتحان دینے آئے تھے اور اب واپس جا رہے تھے۔ اس کے ساتھ والی سڑک پر کچھ فوجی ٹرک اور بکتر بند گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اسی وقت مزید چند فوجی ٹرک اور ٹینک صیدا اور زہرانی سے فرار کرتے ہوئے اسی روڈ پہ آئے۔

ایک لڑکی جو پچاس میٹر کے فاصلہ سے کیمرے کے ذریعے ویڈیو بنا رہی اور اس کے ساتھ ساتھ علاقے پہ نگاہ رکھی ہوئی تھی۔ اس نے وائرلیس کے ذریعے حسن کو بتایا کہ صیہونی فوجیوں کا قافلہ دائیں طرف سے اس کے نزدیک ہو رہا ہے۔ یہ سن کر حسن نے جلدی سے حرکت کی۔

سفید رنگ کی مرسڈیز بنز جسے خود حسن چلا رہا تھا اور اس میں 400 کلوگرام بارود رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے دائیں طرف کی چھوٹی سڑک سے بائیں طرف والے روڈ پہ مڑا۔ گاڑی سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی اسرائیلی بکتر بند کے بعد ایک ٹرک سے ٹکرا کر دھماکہ کر دیا۔

مقاومت نے دشمن کے 100 افراد کا اعلان کیا جن میں ہلاک شدگان اور زخمی بھی شامل تھے۔

ضمیمہ نمبر 30:

مارچ 1985 سے لبنان میں صیہونی فوج کے حملات اور بیرونی طاقتوں کی دخل اندازی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ غیر اسلامی احزاب اور تنظیموں میں سے کسی ایک نے بھی دشمن کے خلاف براہ راست اقدام اور ان پر حملہ نہیں کیا جبکہ ان احزاب اور تنظیموں کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی۔ جب مسلمانوں نے مقاومت اسلامی کے گروہ بنا کر اسرائیلی تجاوز کا سد باب کیا تو دوسری احزاب نے صرف شعار اور نعرے بلند کرنے کو ترجیح دی اور اسی پر اکتفا کیا۔ اس وقت بعض مسیحی اور مارونی پارٹیوں نے لبنان میں اسرائیل کے ایجنٹوں والا کردار ادا کیا۔

مارچ 1985 سے ستمبر تک ان چھ ماہ کے اندر جنوب لبنان میں غیر اسلامی احزاب اور تنظیموں کے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

توسط سے فدائی کاروائی کی طرز پہ انیس کاروائیاں کی گئیں۔اس طرح کی کاروائیوں میں اسلامی گروہوں سے نمونہ لیا گیا تھا۔ان کاروائیوں میں چند اہم نکات مندجہ ذیل ہیں:

جب لبنان کے مرکزی حصہ سے اسرائیل نے تدریجی طور پر عقب نشینی کی اور صورتحال بہتر ہوئی تو ان احزاب اور گروہوں نے ایک موج ایجاد کرنے کی کوشش کی تاکہ لبنان کے تحولات میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

اکثر یہ کاروائیاں اطلاعات جمع کیے اور منصوبہ بندی کے بغیر تھیں۔صرف جلدی سے دشمن پر ضرب لگانے اور غالبا مقبوضہ علاقوں میں داخل ہونے والے راستوں پر کی گئیں۔ان کاروائیوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی عوامی افراد مارے گئے یا زخمی ہوئے۔

اس طرح کی کاروائیاں "لبنان کی ملی مقاومت کے گروہ" کے توسط سے انجام پاتی تھیں جبکہ یہ گروہ مختلف اہداف اور عقائد رکھنے والے گروہوں سے تشکیل پاتا تھا۔ان گروہوں میں "حزب کیمونسٹ، حزب سوری قومی اجتماعی، حزب بعث عربی اشتراکی لبنان" وغیرہ شامل تھیں۔یہ پارٹیاں غالبا شام سے وابستہ اور انہی کے مورد حمایت تھیں۔

ستمبر 1985 کے بعد غیر اسلامی گروہوں کی کاروائیاں ٹھنڈی پڑ گئیں۔اس زمانہ سے لے کر آج تک صیہونیوں کا مقابلہ کرنے میں ان احزاب اور تنظیموں نے کوئی موثر کردار ادا نہیں کیا۔

مجموعی طور پر ان 19 حملات میں زیادہ تر لحدی فورسز کے ٹھکانوں، ان کے راستوں اور ان کی چیک پوسٹوں پر کیے گئے۔بہت کم موارد میں صیہونی قافلوں پر حملات کیے گئے۔صیہونی فوج کے مراکز اور ٹھکانوں پر کوئی ایک بھی بڑی کاروائی دیکھنے میں نہیں آتی۔

اس چھ ماہ کے عرصہ میں جب غیر اسلامی گروہوں نے حملات کیے تو اسلامی مقاومت نے کسی طرح کی کاروائی انجام نہیں دی۔شائد اس کی وجوہات کاروائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہونے سے بچانے کے لیے اور اسی طرح دشمن کا بڑے اہداف پر حملہ کے لیے مکمل طور پہ آمادہ ہونا سمجھی جاسکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

تین ملاقاتیں:

1: جون 1983 میں رات 9 بجے بعلبک شہر کے اندر امام مہدی سنٹر کے کھلے صحن میں ایک خیمے کے اندر حجۃ الاسلام والمسلمین سید حسن نصر اللہ ہم چند افراد کے ساتھ مل بیٹھتے اور وہ لبنان کی صورتحال نیز استکباری طاقتوں کے لیے اس علاقے کی اہمیت بیان کرتے تھے۔ یہ محفلیں اکثر سیاسی تاریخ کی کلاسز کی طرح ہوتی تھیں۔ یہ ایک دو ہفتہ تک ہوتی رہیں۔

بعض راتوں کو سید حسن جب گھر سے آتے تو اپنے چھوٹے بیٹے سید ہادی کو بھی ساتھ لاتے جس کی عمر دو یا تین سال سے زیادہ نہیں تھی۔ جب سید ہادی آتے تو مجھ سمیت بعض دوسرے افراد کی توجہ درس اور بحث سے ہٹ جاتی تھی۔

سید ہادی زمین پر اپنے والد کے پاوں کے پاس تختہ سیاہ کے قریب بیٹھتے تھے اور ہمیں بھی اس کی میٹھی زبان اچھی لگتی تھی۔ جب سید حسن تختہ سیاہ پر لکھنے کے لیے رخ دوسری طرف پھیرتے تو ہم سید ہادی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتے۔ ایک دفعہ اس کے رخسار سے چٹکی بھری تو اس نے فوراً اپنے والد کا پاوں پکڑ لیا اور اپنی میٹھی زبان میں ''یابابا، یابابا'' پکارنے لگا۔

مجھے اس وقت پتا چلا کہ عربوں کے بچے بھی اپنے والد اور والدہ کو بابا اور ماما کہہ کے پکارتے ہیں۔

اب ہمیں سید ہادی کے ساتھ مذاق کرنا زیادہ اچھا لگتا تھا تاکہ اس کی یابابا کی صدا بلند ہو۔ سید ہادی کی اس التماس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

2: 1996 میں بہار کی ایک رات تہران میں سید حسن نصر اللہ کے محافظوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ لگا رہے تھے۔ بالآخر میں نے دعویٰ کر دیا کہ میں آپ کے چہرے سے تشخیص دوں گا کہ آپ کا تعلق لبنان کے کس علاقہ سے ہے۔ انصاف کے ساتھ کہا جائے تو میں نے اچھی طرح تشخیص دیا۔ اسی وقت کمرے میں ایک جوان داخل ہوا۔ جس کا چہرہ سبزی مائل اور زیبا قدوقامت کا مالک جبکہ سیاہ فوجی شرٹ اور شلوار زیب تن کی ہوئی تھی۔ لبنانی دوستوں نے تقاضا کیا کہ میں یہ بتاوں کہ اس جوان کا تعلق کس علاقہ سے ہے۔

میں نے پہلی نگاہ میں ہی تشخیص دیا کہ وہ جنوب لبنان کا رہائشی ہے۔ لیکن اس جوان نے بات

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

قبول نہ کی اور کہا کہ دوستوں نے پہلے تمہیں بتا دیا تھا۔ جب میں نے اس سے خاندانی نام کے بارے پوچھا تو اس نے کہا نصر اللہ۔ میں نے بے پرواہی کے ساتھ صرف مذاق کرتے ہوئے کہا کہ:

یقیناً آپ سید حسن کے خاندان میں سے ہیں؟

سید حسن کے ایک محافظ نے کہا:

جی ہاں، یہ سید حسن کے بیٹے ہیں۔

میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنے لگ گیا۔ سید ہادی نے حیرت وتعجب سے پوچھا کہ کیا ہوا؟

میں نے ہنستے ہوئے کہا:

آپ کی عمر سید حسن کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ ان کی عمر اتنی زیادہ تو نہیں کہ تم اس کے بیٹے لگو۔

گویا میں نے ان کی توہین کی ہو۔ ان کے چہرے پہ غصے کے آثار نمایاں ہوگئے۔ میں نے ان کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور معذرت خواہی کی۔

3: فروری 1998 بیروت میں سید حسن نصر اللہ کا انٹرویو لینے کے لیے ملاقات والے کمرے میں ان کی انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ سید ہادی کی کمروں کے درمیان آمد و رفت میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کی ظاہری حالت اور شکل وصورت ویسے ہی تھی۔ مختصر گفتگو اور حال پوچھا کہ اتنی دیر میں سید حسن آگئے اور ہم نے ایک دوسرے کو الوداع کہہ دیا۔

اس کے بعد ہماری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ستمبر 1997 کے آخری دنوں میں اچانک ریڈیو سے ایک ہلا دینے والی خبر نشر ہوئی کہ:

''حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری کے بیٹے سید ہادی نصر اللہ قابض صیہونی فوج کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہو چکے ہیں''۔

سید ہادی کی شہادت:

20 جنوری 1979 میں بدھ کی صبح جب ایران کی مسلمان ملت اپنے ملک سے امریکہ کی بساط لپیٹ رہی تھی تو بیروت شہر میں ایک مومنہ والدہ جس کا نام فاطمہ اور ایک سید جس کا امام خمینی کی راہ وروش کے ساتھ عشق ومحبت کی کوئی انتہا نہ تھی، ان کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے بعد والد

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

نے کان میں اذان دی اور اس کا نام "سید محمد ہادی" رکھا۔ سید ہادی نے تین سال کے بعد لبنان کے ایجوکیشنل قوانین کے مطابق "الناصر" سکول سے preschool اور پرائمری کی تعلیم پھر بعلبک میں "رسول اعظم" سکول میں اپنی تعلیم جاری رکھی۔

1986 کا سال سید ہادی کے لیے ناقابل فراموش تھا کیونکہ اسی سال ان کے والد نے اعلی حوزوی علوم کی تحصیل کے لیے اہل خانہ کے ساتھ ایران جانے کا قصد کیا۔

1997 کے آخر میں سید ہادی نے نوجوانی کا مرحلہ گزار کر جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا۔ اب ان کے والد حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری بن چکے تھے۔ انہوں نے مقاومت اسلامی کے مجاہدین کی صفوں میں شریک ہونے کے لیے اپنے والد سے اجازت طلب کی۔ سید حسن نصر اللہ نے اپنے بیٹے کو صیہونی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک اہم شرط پہ اجازت دی۔

سید ہادی نے اپنے والد سے وعدہ کیا کہ میدان جنگ میں کوئی ایک مجاہد بھی متوجہ نہیں ہوگا کہ وہ حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری کا بیٹا ہے اور وہ صرف ایک عام مجاہد کے عنوان سے کاروائی میں شریک ہوگا۔ یہ بات سید ہادی کے لیے بہت بابرکت اور باارزش تھی کیونکہ اب وہ کیل کانٹوں سے لیس صیہونی فوج کے خلاف کاروائیوں میں بڑے آرام سے شریک ہوسکتے تھا۔

5 اپریل 1997 بروز ہفتہ سید ہادی کی والدہ نے اپنے جوان بیٹے کو دلہا بنایا۔ بیروت میں سید ہادی کے نکاح کے مراسم شیخ علی خاتون کی بیٹی سے انجام پائے۔

سید ہادی جب تک مقاومت کے میدان میں رہے تو نہ صرف حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کوئی مسئولیت قبول نہ کی بلکہ سخت اور خطرناک کاروائیوں میں بھی آگے ہوتے تھے۔

بالآخر 13 ستمبر 1997 ہفتے کی شام جب سید محمد ہادی نصر اللہ اپنے دو ساتھیوں ہیثم محمد مغنیہ اور علی محمد کوثرانی کے ساتھ اقلیم التفاح کے علاقہ جبل الرفیع میں گئے۔ وہاں صیہونی فوج کے ساتھ جھڑپ ہوئی اور محاصرے میں آگئے۔ انہوں نے خون کے آخری قطرے تک مقاومت کی یہاں تک کہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگئے۔

جب جنوب لبنان سے مقاومت کے مسئولین نے بیروت میں سید حسن نصر اللہ سے رابطہ کیا اور

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بتایا کہ علاقے میں بھیجے گئے مجاہدین کے ساتھ رابطہ کٹ چکا ہے تو دلوں میں اس بات کا خوف آ گیا کہ کہیں سید ہادی صیہونیوں کے ہاتھوں قیدی نہ بن جائیں کیونکہ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی شمار ہوسکتی تھی۔ یہ بات سید ہادی کی والدہ میں بہتر انداز سے دیکھی جاسکتی تھی جو اپنے بیٹے کے قیدی ہونے سے پریشان تھیں۔

سید ہادی کا ایک مجاہد ساتھی واقعہ نقل کرتا ہے کہ:

کاروائی پر جانے سے پہلے مجھے یہ محسوس ہوا کہ جس جگہ پر ہم ہیں وہاں سے بہت اچھی خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے دوسروں سے پوچھا کہ یہ کس چیز کی اتنی پیاری خوشبو ہے؟ وہ مسکرائے اور کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے سید ہادی سے پوچھا کہ کیا یہ خوشبو اور عطر آپ نے لگا رکھا ہے؟ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ جو آپ محسوس کر رہے ہیں یہ عطر شہادت کی خوشبو ہے اس لیے کہ اس کا زمانہ نزدیک ہے۔

جب سید ہادی اور اس کے دوستوں کی شہادت کی خبر کا اعلان ہوا اور صیہونیوں نے ان تین شہداء کی تصاویر ٹیلی ویژن پہ جاری کر دیں۔ اسرائیلی مسئولین نے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری کے بیٹے ہیں تو وہ انہیں زندہ گرفتار کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرتے تا کہ حزب اللہ کے ساتھ تبادلہ میں زیادہ امتیاز لے سکیں۔

ان دنوں یہ طے تھا کہ وہ صیہونی کمانڈوز جو لبنان کی سرزمین پہ چیتھڑے بن چکے تھے ان کے ٹکڑوں کو اسرائیل کے حوالے کیا جائے اور ان کے بدلے میں دسیوں قیدی اور بڑی تعداد میں لبنانی شہدا کے جنازوں کو ان سے واپس لیا جائے۔ چونکہ سید ہادی کا جسد خاکی دشمن کے ہاتھ میں تھا لہذا صیہونی سربراہان نے کہا کہ سید ہادی کے علاوہ کسی بھی قیدی کو آزاد یا کسی بھی شہید کے جنازہ کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

سید حسن کی بیوی، سید ہادی کی والدہ اور اس شیر دل لبنانی خاتون نے اہل بیت اور شہدائے کربلا کے خاندان کی پیروی کرتے ہوئے یہ کہا کہ:

''ہم نے خدا کی راہ میں جو امانت دی ہے اسے واپس نہیں لیں گے۔ میں کسی بھی صورت میں حاضر نہیں ہوں کہ قیدیوں کا حق ضائع ہو اور ان کی جگہ میرے بیٹے کا جسد خاکی واپس آئے۔ اس کے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

باوجود کہ سید ہادی میرے اور اپنے والد کے جسم کا ٹکڑا ہے لیکن اپنے بیٹے کی وجہ سے صیہونیوں کے ساتھ سودا کرنے پر حاضر نہیں ہوں"

کچھ عرصہ بعد بیروت میں مراسم منعقد ہوئے جہاں پر حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری نے دنیا والوں کی مبہوت نگاہوں کے سامنے عسکری لباس اور اسلحہ اپنے دوسرے بیٹے سید جواد کے سپرد کیا اور صیہونی سربراہان سے مخاطب ہو کر کہا:

"یہ پہلی کارروائی نہیں تھی جس میں سید ہادی شریک ہوئے ہوں۔ مجھے افتخار ہے کہ میں بھی شہداء کے خاندانوں کے ساتھ مل گیا ہوں۔ہم کسی بھی صورت میں حاضر نہیں ہیں کہ دسیوں قیدیوں کی جگہ صرف ہمارے فرزند کا جسد خاکی ہمارے گھر میں پلٹ آئے۔اپنے بیٹے کے ساتھ تمام عشق و محبت کے باوجود میں اعلان کرر ہا ہوں کہ صیہونیوں کے ساتھ تبادلہ میں سید ہادی کا جسد خاکی سب سے آخر میں ہوگا اگر چہ اس کام میں مزید بیس سال ہی کیوں نہ لگ جائیں"۔

بالآخر والدین کے ایثار و قربانی کے مقابلہ میں صیہونیوں کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور حزب اللہ نے ایک بار پھر بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ 27 جون 1998 میں ہفتہ کے دن صیہونیوں کے چنگل سے آزاد ہونے والے قیدی اور سید ہادی نصر اللہ کے ساتھ دوسرے شہداء کے جسد خاکی بیروت میں استقبال کرنے والی ایک بہت بڑی جمعیت کے سپرد کیے گئے۔

وصیت نامہ شہید سید محمد ہادی نصر اللہ

بسم اللہ القاصم الجبارین

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْ لِی أَمْرِی واحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسانی یَفْقَهُوا قَوْلی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ زمانے کا گزرنا حق ہے اور آئندہ آنے والی گھڑیوں [قیامت] میں بھی کوئی شک و تردید نہیں۔

خداوند متعال کی اشرف المخلوقات ہستی حضرت محمد اور ان کے پاکیزہ خاندان پہ درود و سلام ہو۔

تمام انبیاء، رسولوں اور ان کے اوصیاء پہ سلام ہو۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

بڑی عظمت کی مالک حضرت فاطمہ زہرا پہ سلام ہو۔

ہمارے سرور و مولا ابا عبداللہ الحسین، ان کے فرزندان اور ان کے اصحاب کی پاکیزہ ارواح پہ سلام ہو۔

امام زمانہ، حجت منتظر پہ سلام ہو۔

امام خمینی کی مقدس روح پہ سلام ہو۔

امت حزب اللہ کے رہبر پہ سلام ہو۔

مقاومت اسلامی کے سید الشہداء سید عباس موسوی اور مقاومت کے بزرگ شہید شیخ راغب حرب پہ سلام ہو۔

اسلام اور مقاومت اسلامی کے شہداء پہ سلام ہو۔

تمام شجاع اور دلیر مجاہدین پہ سلام ہو۔

لبنان کے مغربی بقاع اور جنوب کے مقاوم اور پائدار عوام پہ سلام ہو۔

خداوند متعال کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی طرف ہدایت کی۔ ہمیں امیر المومنین کے شیعیان، فاطمہ زہرا کے محبین، رسول خدا اور امام حسن و حسین جو جوانان جنت کے سردار ہیں ان کے پیروکاران میں سے قرار دیا۔

خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ قیامت کے دن انہیں ہمارا اور تمام مسلمانوں کا شفیع قرار دے۔

درود و سلام کے بعد آپ کے لیے اپنا وصیت نامہ لکھ رہا ہوں:

خداوند متعال کے لطف و مدد سے ابھی اسلامی مقاومت کا مجاہد ہوں۔ خداوند متعال کے دین کا دفاع اور آزادی نیز دین کی حرمت بچانے کے لیے اس گروہ کے ساتھ ملا ہوں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمائے۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے پڑھائی چھوڑنے کے بارے والد گرامی کی رضایت حاصل کرنے میں مجھے کامیاب فرمایا اور مجھے یہ سعادت بخشی کہ حزب اللہ کا ایک مجاہد بنوں۔

خداوند متعال کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ بلند و بالا پہاڑوں مثلاً ملیتا، عقمانہ، صافی اور لویزہ میں دین کے پرچم، ولایت، مسلمان امت، بچوں اور بوڑھوں اور تمام مظلوم انسانوں کا دفاع کروں۔ خدا اور انسانیت کے دشمنوں اور اس فسادی جراثیم [صیہونیست] کے مدمقابل قیام

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

کروں۔ان دو راہوں میں سے ایک یعنی عزت کے ساتھ کامیابی یا خدا کی راہ میں شہادت کے مرتبہ پہ فائز ہو جاؤں۔

میرے عزیز والد:

میرے سید و سردار، میرے مولا اور راز دار، استاد اور مرشد

آپ پر سلام ہو کہ آپ میرے والد، سردار، رہبر اور میرے امین و راز دار بھی ہیں۔میں تہہ دل سے آپ پر سلام کرتا ہوں۔

آپ پر سلام ہو اس وقت جب آپ پیدا ہوئے، جب رشد و نشو و نما کی، جب آپ نے قیام کیا ،جب آپ بیٹھتے ہیں، جب قرات کرتے ہیں، جب بات کرتے ہیں، جب خطبہ اور تقریر کرتے ہیں ،جب آپ سوتے اور اٹھتے ہیں۔ان تمام حالات میں آپ پر سلام ہو۔

میرے وجود کی گہرائیوں سے آپ پر سلام ہو۔

آپ پر میرا دل سے سلام ہو کہ آپ کے وجود سے پیامبر اکرم کی خوشبو آتی ہے۔

بابا جان:

بے شک آپ نے میری تربیت کی۔مجھے تعلیم دی اور نصیحت کی۔انشاءاللہ آپ کے حسن ظن سے آئندہ بھی ایسا رہوں گا۔

بابا جان:

آپ کی خدمت میں دعا کی التماس کرتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری شفاعت کریں جس دن انسان اپنے والد، بیوی اور بیٹے سے فرار کرے گا۔عاجزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور آپ کے لیے دعا گو ہوں۔مقاومت اسلامی کے رہبر اور حزب اللہی امت کی حفاظت کی دعا کرتا ہوں۔یہ خصوصی دعا مقاومت کے مجاہدین، عزت، کامیابی اور عظمت کو قائم رکھنے والوں کے لیے ہے اس لیے کہ انہیں خدا نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق دی ہے۔

میں ان سب سے التماس دعا کا تقاضا کرتا ہوں۔ولی امر مسلمین سید علی خامنہ ای کے لیے خلوص بھری دعا کی تاکید کرتا ہوں اور اسی طرح اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ ان کی معنوی، روحانی اور جانی لحاظ

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

سے حمایت اور پشت پناہی کریں۔اس حمایت اور پشت پناہی کی انہیں نہیں بلکہ خود تمہیں ضرورت ہے۔

میرے عزیز والد:

آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ مجھے بخش اور معاف کردیں۔اسی طرح آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ مجھے معاف کردیں، مجھے معاف کردیں، مجھے معاف کردیں۔

میری عزیز والدہ، آپ پر خداوند متعال کا درود و سلام ہو۔

اے وہ ہستی جو میری سرپرست ہو اور ہر روز صبح میری توفیقات میں اضافے کی دعا کرتی ہو۔آپ نے مجھے ثابت قدم رہنا اور ادب سکھایا۔آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ مجھے حلال کر دیں۔کسی بھی صورت میں میرے سوگ میں سیاہ لباس نہ پہننا اور غمگین نہ ہونا بلکہ تمام شہدائے اسلام کے لیے سیاہ لباس پہننا۔میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ صبر سے کام لیں اور کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔اس طرح آپ کو صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں۔

میری پیاری بہن اور بھائیو:

زینب، جواد اور محمد علی

آپ پر خداوند متعال کی رحمت و برکات اور سلام ہو۔

آپ کو اپنے تمام کاموں میں تقوی کی تاکید کرتا ہوں۔کوشش کریں کہ خود کو پہلے سے زیادہ خدا کے نزدیک کریں۔خدا کے اولیاء اور آئمہ اطہار سے توسل کریں۔

آپ عزیزوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ خدا کی بارگاہ میں خلوص کے ساتھ دعا کریں تاکہ وہ تمہارے گناہوں اور غیر صالح اعمال کو بخش دے، تمہارے دلوں کو پاکیزہ کردے اور تمہارے دلوں میں خدا کا عشق اور تقوی کا بیج بودے۔میں آپ سب کو ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت، انبیاء کے زیارت نامے اور اسی طرح زیارت وارثہ پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ خاص طور پر زیارت عاشورہ ہر روز پڑھیں کہ اس میں بہت زیادہ فوائد پوشیدہ ہیں۔زیارت عاشورہ پڑھیں اور اس کا ثواب اسلامی مقاومت اور شہدائے اسلام کی روح کو ہدیہ کریں۔

قیدیوں کی آزادی، اس زمین پر مستضعفین کی کامیابی اور کلمہ حق لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی ولی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

اللہ کی سربلندی کے لیے دعا کریں۔

خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ والد گرامی ہمیشہ آپ سب سے راضی رہیں اور آپ کے اعمال ان کی رضایت حاصل کرنے کے لیے ہوں۔ خدانخواستہ آپ انہیں ناراض کریں کہ ہمارے والد گرامی کا قائد سید علی خامنہ ای اور امام زمانہ کے نزدیک بہت بڑا مقام ہے۔ آخر میں آپ سب کو خالص نیت کے ساتھ خدا کے لیے عمل صالح انجام دینے کی وصیت کرتا ہوں۔

پیارے دوستو:

آپ پر خدا کی رحمت و برکات اور سلام ہو۔

یہ وصیت نامہ آپ سے حلال کرنے اور معذرت خواہی کی نیت سے لکھ رہا ہوں۔

آپ کو صبر کرنے اور حرام سے بچنے کی وصیت کی کرتا ہوں۔ زندگی کے تمام مراحل اور میدانوں میں صرف خدا پر بھروسہ کریں۔

سب کو مقاومت اسلامی کے مجاہدین کے لیے دعا اور ان کی حمایت کرنے کی تاکید کرتا ہوں اس لیے کہ انہوں نے عالمی استکبار کے سامنے قیام اور سینہ سپر کیا ہے۔

آپ سب کو تاکید کرتا ہوں کہ ہر روز ابا عبداللہ الحسین کی زیارت پڑھیں۔ اسی طرح اپنے گھروں میں امام حسین کی مجالس برپا کریں۔ میرے سوگ میں سیاہ لباس نہ پہننا، غمگین نہ ہونا اور آنسو نہ بہانا۔ اگر رونا ہو تو اپنے آنسو صرف اہل بیت علیہم السلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے غم میں بہانا۔

زیادہ سے زیادہ خدا کا ذکر کریں۔ اس کے اولیاء اور آئمہ اطہار سے توسل کریں نیز ان کے مقدس کلام کا مطالعہ کریں۔ مقاومت اسلامی کے مجاہدین، اس زمانے کے عظیم لوگ، پرچم ابوالفضل العباس کو تھامنے والے، امیر المومنین کی شجاعت کے وارث، سربلند اور پاکیزہ آنکھوں کے مالک، سچے کلمات اور بلند ہمت وحوصلہ کے مالک اہل بیت اطہار کی طرح ہیں۔

آخر میں آپ کے پاکیزہ ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوں اور آپ سے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیں اور میری طرف سے آپ کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اسے بخش دیں۔ مجھے اچھائی، عمل صالح اور نیکی کے ساتھ یاد کریں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

مجاہد بھائیو:

مجاہد برادران میں نے خدا کی بارگاہ میں بہت تمنا اور دعا کی کہ آپ کے ساتھ اور آپ کی خدمت میں رہ سکوں۔

آپ شجاع افراد پر سلام ہو۔ جس دن آپ پیدا ہوئے اور جس دن شہید ہوں گے۔

اس مقدس خاک پر سلام ہو جہاں پر آپ نے با برکت قدم رکھے اور وہ تمہارے خون سے سیراب ہوئی۔ بالکل کربلا کی اسی پیاسی خاک کی طرح جو ابا عبداللہ الحسین کے خون سے سیراب ہوئی اور ہمیشہ یہ ندا دیتی ہے کہ:

یہ زمین امام حسین اور ان کے اصحاب کے خون سے مقدس اور کامیاب ہوئی۔

اے عظمت کو وجود بخشنے والو، اس امت کی عزت و کرامت کا باعث اور تم حضرت محمد، حضرت علی اور حضرت زہرا کی امت ہو۔

اے عزت و کامیابی کا پرچم گاڑنے والو، حق اور حقیقی اسلام کا پرچم بلند کرنے والو، تمہاری گولیوں کی آواز سے فجر اور تمہارے حسینی خون کی حرارت سے صبح طلوع ہوتی ہے اور زمین تمہارے خون سے سیراب ہوگی۔

سورج کی نورانیت، آپ کے چہرے کی چمک اور طبیعت و فطرت میں زیبائی آپ کے جمال کی وجہ سے ہے۔

آپ کی پاکیزہ ارواح پہ سلام ہو جو آسمان اور ملکوت اعلیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں۔

آپ کی پاکیزہ ارواح پہ سلام ہو جو اہل بیت پیامبر کی طرح شہادت کی عاشق ہیں۔

اے امت محمد و علی کی کامیابی اور عظمت قائم کرنے والو، اے ابوالفضل العباس کا پرچم تھامنے والو، اے حیدر کے پیروکار، اے علی کے فرزند اور ہاتھوں میں ذوالفقار پکڑ کر جہاد کرنے والو۔

میرے شجاع دوستو:

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمارا راستہ پرخطر، کانٹوں اور خس و خاشاک سے بھرا ہوا ہے۔ یہ سختیوں اور مشکلات سے بھرا ہوا ہے۔ ناراض اور پریشان نہ ہوں۔ اپنے حوصلے پست نہ کریں کہ آپ ہی برتر اور غالب ہیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ جو کچھ خداوند متعال نے اس امت کو عطا کیا ہے وہ عمل صالح ہے اس پر پائدار رہیں۔ اس امت کے دین کو زندہ رکھیں کہ یہی امت صیہونیوں کی دشمن، ذلت، ننگ و عار، ظلم اور استکبار کا پرچم سرنگون کرنے والی ہے۔

اسی طرح بلند ہمت و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھیں اور اس مقدس راہ پہ چلتے رہیں۔ غاصب اور تجاوز کرنے والے دشمن کو ذلیل و خوار کردیں۔ یہ ایسا دشمن ہے جو چھوٹے اور بڑے پر رحم نہیں کرتا۔

اسی مبارزہ اور جہادی عمل پر پائدار رہیں۔ انہی اعمال کے ذریعے آپ کا ہمت و حوصلہ بلند، عوام کے لیے معنویت و اخلاق اور صبر و استقامت کو پہاڑ کی طرح آپ کے لیے ہدیہ کی صورت میں لے آئے گا۔

جنگ و جہاد کریں، استوار و محکم رہیں، افتخار کے ساتھ صیہونی دشمن پر حملہ کریں۔

ایسا نہ ہو کہ دشمن کے اسلحہ کی قدرت تمہیں ڈرا اور مرعوب کردے۔ اس لیے کہ تمہارے پاس "اللہ اکبر" کا اسلحہ اور تمہارے ہاتھوں میں ذوالفقار حیدری کی قدرت موجود ہے۔

آپ عزیزوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ تمام سختیوں اور مشکلات کے باوجود اس الٰہی راستے کو ترک نہ کریں۔ خدانخواستہ مصائب اور مشکلات دیکھ کر اس حسینی کام سے دور ہوجائیں۔

آپ سب مجاہد بھائیوں کو صبر و بردباری کی تاکید اور نصیحت کرتا ہوں۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ اگر آپ نے سختی برداشت کی ہے تو آپ کے سب بھائی اس درد و رنج کو جھیلتے ہیں۔ پس دعا کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کریں اور "یا فاطمۃ الزہرا" کا استغاثہ بلند کریں۔

اے برادران:

یہ راہ بہت کٹھن اور پرخطر ہے اس کے باوجود کبھی بھی اسے ترک نہ کریں۔ ہمیشہ بچوں، بوڑھوں اور تمام مظلومین کا دفاع کریں۔

میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ حزب اللہ کے رہبر کی بات اچھی طرح سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔ رہبر معظم سید علی خامنہ ای اور حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری سید حسن نصر اللہ نے جو آپ کو ذمہ داریاں دی ہیں انہیں اچھی طرح سے انجام دیں۔ ان ہستیوں کی فرمانبرداری کریں اس لیے کہ ان کی اطاعت امام زمانہ کی اطاعت ہے۔ آپ کو ہمیشہ خدا کے لئے خلوص کے ساتھ عمل صالح کی تاکید کرتا ہوں۔ امام زمانہ یا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

آئمہ اطہار خاص طور پہ حضرت زہرا کے ساتھ توسل کے ذریعے ان کے نزدیک ہوں۔

آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ زیارت عاشورہ، زیارت وارثہ اور ہر روز قرآن مجید کی بعض خاص آیات یا اپنی طاقت و ہمت کی حد تک تلاوت کریں اور اس کا ثواب شہداء کی پاکیزہ ارواح کو ہدیہ کریں۔ وہ افراد جن سے ہم محبت کرتے تھے اور وہ اس راہ کے راہی تھے نیز وہ افراد جو زمانہ گزرنے کے ساتھ اور اگر سیاہ دور بھی غالب آجائے تو انہیں ہمارا دل کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا ان کی ارواح کو بھی ہدیہ کریں۔

آپ سے التماس کرتا ہوں کہ مجھے حلال کر دیں۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی دعاوں میں فراموش نہ کریں۔

ابو حسن۔ سید ہادی نصر اللہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

آئمہ اطہار خاص طور پہ حضرت زہرا کے ساتھ توسل کے ذریعے ان کے نزدیک ہوں۔

آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ زیارت عاشورہ، زیارت وارثہ اور ہر روز قرآن مجید کی بعض خاص آیات یا اپنی طاقت وہمت کی حد تک تلاوت کریں اور اس کا ثواب شہداء کی پاکیزہ ارواح کو ہدیہ کریں۔ وہ افراد جن سے ہم محبت کرتے تھے اور وہ اس راہ کے راہی تھے نیز وہ افراد جو زمانہ گزرنے کے ساتھ اور اگر سیاہ دور بھی غالب آجائے تو انہیں ہمارا دل کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا ان کی ارواح کو بھی ہدیہ کریں۔

آپ سے التماس کرتا ہوں کہ مجھے حلال کر دیں۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ میں آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی دعاوں میں فراموش نہ کریں۔

ابو حسن۔ سید ہادی نصر اللہ

التماس دعا

ٹیم محققین

ٹیم سوالات و جوابات

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

دبیر کل حزب‌الله لبنان

لبنان، ۱۳۶۷، حبیب داودآبادی در کنار سید حسن نصرالله

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

هدایت عملیات در کنار شهید «عماد فائز مغنیه»

در کنار خانواده‌های مهاجر جنگ در

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

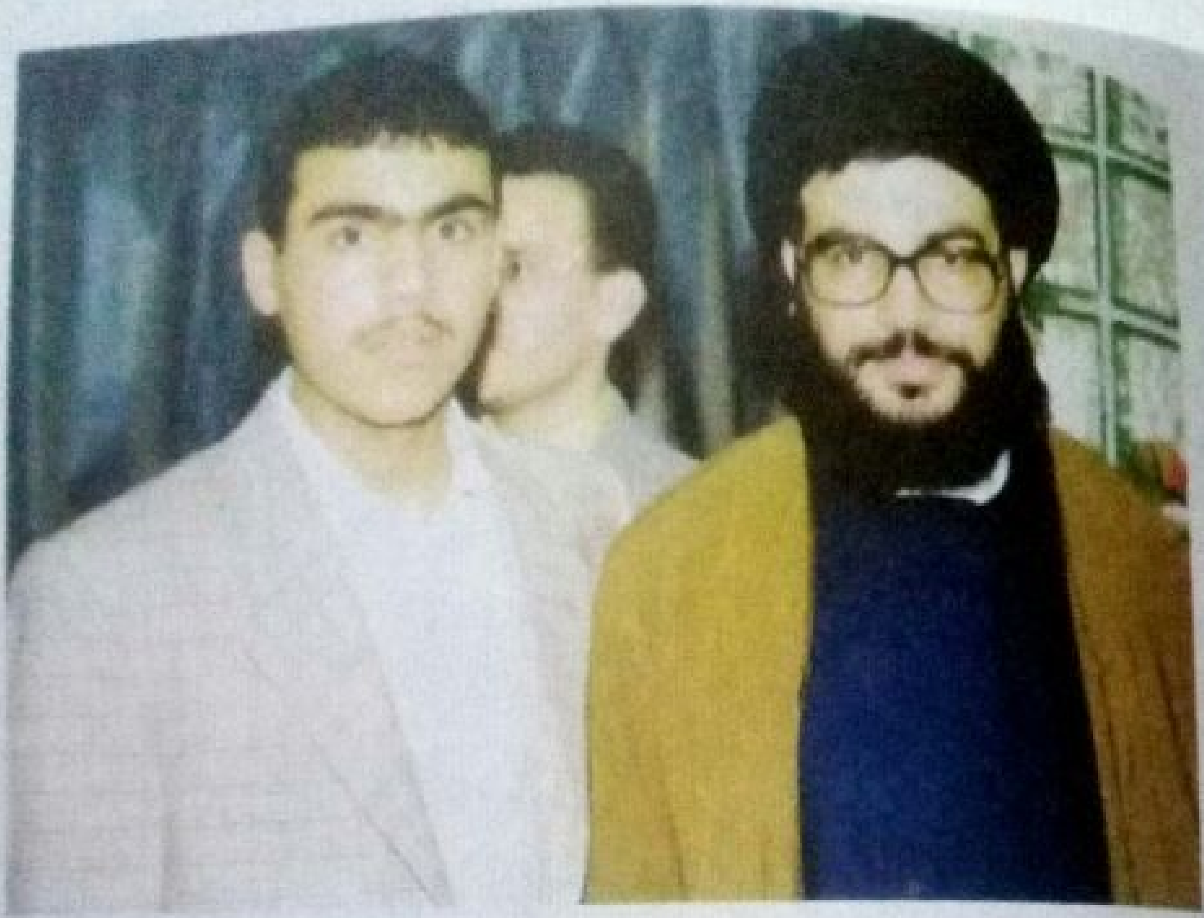

مراسم جشن دامادی سیدهادی نصرالله و عکس یادگاری او با پدر

دیدار با مجاهدان مقاومت اسلامی لبنان

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

سید حسین در دوران کودکی

نصرالله جوان در اولین عکس با لباس روحانیت

ایام طلبگی در کنار شهید سیدعباس موسوی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

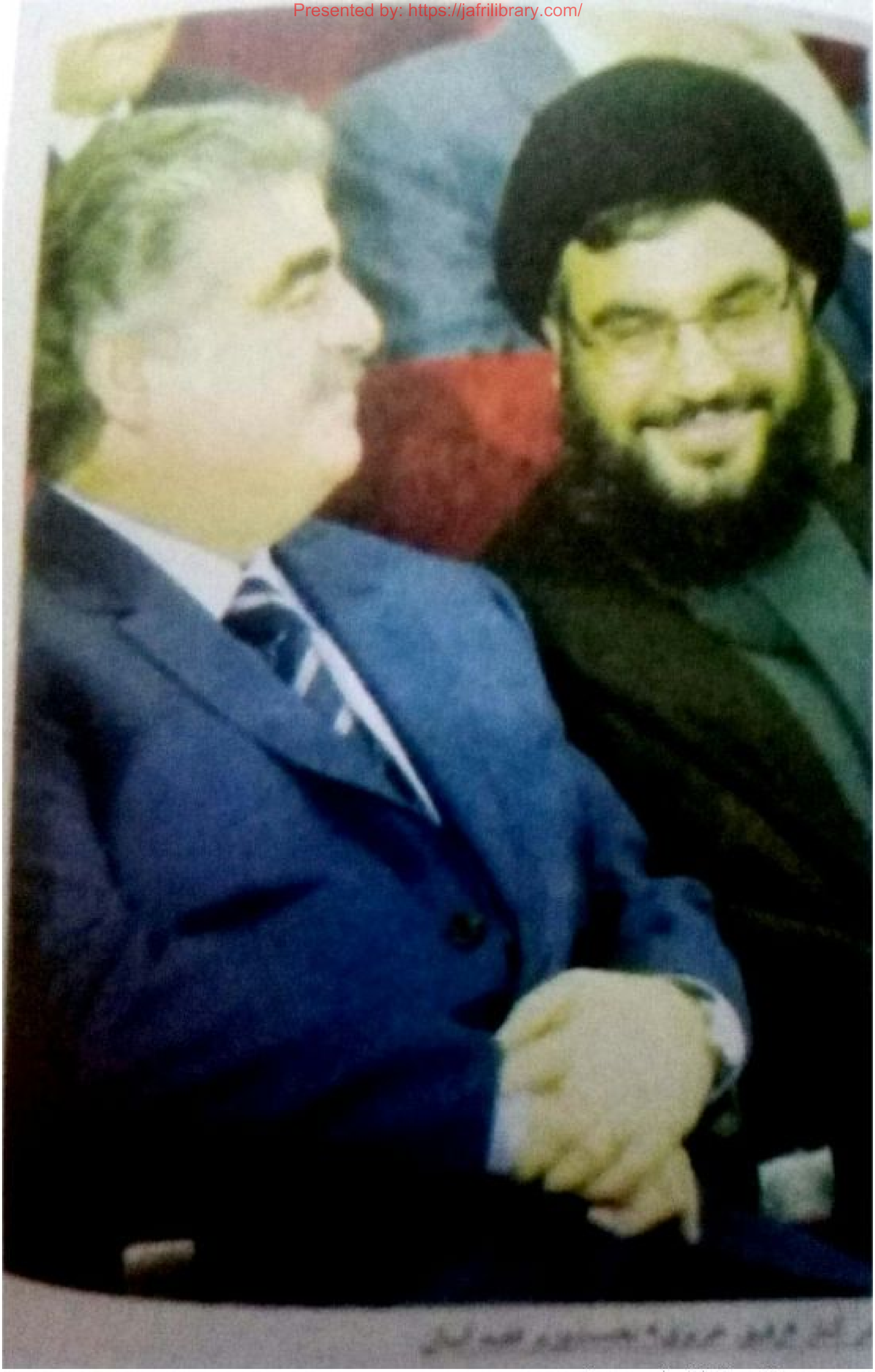

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Presented by: https://jafrilibrary.com/

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner